درس حدیث

محمد اظہر مدنی

’بیماری‘ آزمائش اور گناہوں کا کفارہ ہے

عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ قال دخلت علی رسول اللہ ﷺ وھو یوعک فقلت یا رسول اللہ انک لتوعک وعکا شدیدا قال اجل انی اوعک کما یوعک رجلان منکم قلت ذلک أن لک اجرین قال اجل ذ لک کذلک ما من مسلم یصیبہ اذی، شوکۃ فما فوقھا الا کفر اللہ بھا سیئاتہ کما تحط الشجرۃ ورقھا. (صحیح بخاری ۵۶۴۸ باب اشد الناس بلاء الانبیاء ثم الاول فالاول کتاب المرضی)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ کو شدید بخار تھا۔ میں نے کہا یارسول اللہ ﷺ ؟ آپ کو بہت تیز بخار ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں مجھے تنہا اتنا بخار ہوتا ہے جتنا تم میں سے دو آدمی کو ہوتا ہے۔ میں نے کہا یہ اس لئے کہ آپ ﷺ کے لیے ثواب بھی دوگنا ہے۔ آپ نے فرمایا، ہاں یہی بات ہے۔ مسلمان کو جو بھی تکلیف پہنچتی ہے خواہ کانٹا ہو یا اس سے زیادہ تکلیف دینے والی کوئی چیز تو جس طرح درخت اپنے پتوں کو گرادیتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ اس تکلیف کو اس کے گناہوں کا کفارہ بنادیتا ہے۔

تشریح: دنیا میں مختلف قسم کی بیماریاں پائی جاتی ہیں۔ یہ ساری بیماریاں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہیں۔ ہمارا اس بات پر ایمان اور یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو گاہے بگاہے آزماتا ہے جس طرح انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام کو آزماتا رہا ہے۔ اور اس دنیا کو دارالامتحان قرار دیا تاکہ پتہ چلے کہ **ایکم احسن عملا** کون ہے جو اپنے رب کے اصولوں پر کھرا اترتا ہے، سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۵۵، ۵۶، ۵۷ میں واضح طور پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد موجود ہے کہ ہم کسی نہ کسی طرح تمہاری آزمائش ضرور کریں گے۔ دشمن کے ڈر سے، بھوک پیاس سے، مال وجان اور پھلوں کی کمی سے اور ان پر صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دیجئے جب کبھی ان پر کوئی مصیبت آتی ہے تو کہہ دیا کرتے ہیں کہ ہم تو اللہ کی ملکیت ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں ان پر ان کے رب کی نوازشیں اور رحمتیں ہیں اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔

غرضے کہ نصوص سے پتہ چلتا ہے بڑے بڑے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین مختلف بیماریوں میں مبتلا کئے گئے اور انہوں نے صبر کا وہ مظاہرہ کیا کہ جس کی مثال نہیں ملتی۔

آج مسلمان امت کو ضرورت ہے کہ احادیث کی روشنی میں بیماریوں پر صبر کرنے کا جو اجر وثواب ہے اس کو حاصل کرنے کے لئے صبر واستقامت کا مظاہرہ کریں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کرنا چاہتا ہے اسے بیماری کی تکالیف اور دیگر مصیبتوں میں مبتلا کردیتا ہے اور شارع علیہ الصلوۃ والسلام کی زندگی کو دیکھئے تو اندازہ ہوگا کہ کس طرح آزمائشوں میں مبتلا کئے گئے تھے؟ مائی عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ مرض الموت کی تکلیف اور اس کی پریشانی کو رسول اللہ سے زیادہ کسی اور کو برداشت کرتے نہیں دیکھا۔ اس قدر بخار کہ اس کی شدت سے رداء گرم ہوجاتی۔ اور بے ہوش ہوجاتے لیکن زبان مبارک سے کبھی ناشکری کے الفاظ نہیں ادا کرتے اور ان تمام تکالیف کو جھیلتے اور صبر وشکر سے کام لیتے اور جب ہوش آتا تو زبان مبارک سے **اللھم الحقنی بالرفیق الاعلی** کے الفاظ کہتے۔ اور ایک حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ام السائبؓ کے پاس گئے اور پوچھا اے ام السائبؓ۔ تجھے کیا ہوا ہے کیوں کانپ رہی ہو وہ بولی بخار ہے البتہ اس کو برکت نہ دے آپ نے فرمایا: بخار کو برا مت کہو کیونکہ وہ لوگوں کے گناہوں کو ختم کردیتا ہے۔ جس طرح بھٹی لوہے سے میل کچیل کو ختم کردیتی ہے اس کے علاوہ مختلف امراض ہیں جس پر صبر کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے جنت کی بشارت سنائی ہے۔ جیسے مرگی کا عارضہ، یہ بیماری انسانوں کو ان کے کام سے بالکل روک دیتی ہے۔ اس مرض سے انسان کو موت لاحق ہوجاتی ہے۔ اس مرض پر صبر کرنے والے کو نبی کریم ﷺ نے جنت کی بشارت سنائی ہے۔ حضرت عطاء بن رباحؒ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ نے مجھ سے کہا کہ تمہیں ایک جنتی عورت کو دکھادوں میں نے عرض کیا کہ ضرور دکھائیں۔ کہا کہ ایک سیاہ عورت نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتی ہے اور کہتی ہے کہ مجھے مرگی کی بیماری ہے اور اس کی وجہ سے میرا ستر کھل جاتا ہے۔ آپ میرے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمادیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تو چاہے تو صبر کر، تجھے جنت ملے گی اور اگر چاہے تو ہم تیرے لیے اللہ تعالیٰ سے اس مرض سے نجات کی دعا کروں۔ اس نے کہا کہ میں صبر کروں گی لیکن بے ہوشی کے وقت میرا ستر کھل جاتا ہے لہٰذا آپ اللہ سے یہ دعا فرمادیں کہ ستر نہ کھلے۔ آپ نے اس کے لئے دعا فرمائی۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ جب کسی کو آنکھ کے مرض میں مبتلا کردیتا ہے اور اس کی بینائی چھین لیتا ہے اور وہ اس پر صبر وشکر بجالاتا ہے تو ایسے شخص کے لئے جنت ہے۔ حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ کو اللہ کا یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ جب میں اپنے کسی بندے کو اس کے دو محبوب اعضاء کے بارے میں آزماتا ہوں اور وہ اس پر صبر کرنے لگے تو میں اس کے بدلے جنت دیتا ہوں۔ مذکورہ بالا احادیث سے پتہ چلتا ہے ہر حالت میں مومن کے لئے بھلائی ہی بھلائی ہے، بیماریاں اس کے گناہوں کو گرادیتی ہیں جس طرح درخت اپنے پتے کو گرادیتے ہیں۔ خطائیں لغزشیں ویسے ہی دور ہوجاتی ہیں جس طرح بھٹی زنگ کو دور کردیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم تمام مسلمانوں کو بیماریوں پر صبر کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

☆☆☆

مدیر مسئول
اصغرعلی امام مہدی سلفی
مدیر
عبدالقدوس اطہرنقوی
نائب مدیر: مولاناخورشیدعالم مدنی مدیراعزازی: مولانارضاءاللہ عبدالکریم مدنی
مجلس ادارت
مولانامحفوظ الرحمٰن فیضی مولاناشہاب الدین مدنی ڈاکٹرسعیداحمدمدنی
مولانااسعداعظمی مولاناطہ سعیدخالدمدنی مولاناانصارزبیرمحمدی

اس شمارے میں

درس حدیث	۲
اداریہ	۳
قبولیت دعا کی حسین ساعتیں	۶
میراث کی تقسیم میں تاخیر کیوں؟	۷
نوجوان۔ملت کا بیش بہاسرمایہ	۹
وحی الٰہی اورمعاندین اسلام کی ریشہ دوانیاں	۱۱
دعوت الی اللہ کے فضائل اورداعی کے اوصاف	۱۵
تعاون کی اپیل	۲۱
اسلام اوررفاہی خدمات	۲۲
جلیل القدرصحابی وائل بن حجرحضرمی رضی اللہ عنہ	۲۵
مرکزی جمعیت کی پریس ریلیز	۲۸
جماعتی خبریں	۳۰
اشتہاراہل حدیث منزل	۳۱
کلینڈر-۲۰۲۲ء	۳۲

مضمون نگارکی رائے سے ادارہ کامتفق ہوناضروری نہیں ہے

بدل اشتراک
سالانہ ـــــــــــــــــ ۱۵۰/روپے
فی شمارہ ـــــــــــــــــ ۷/روپے
پاکستان ـــــــــــــــــ ۵۰۰/روپے
بلادعربیہ ودیگرممالک سے ۳۵ڈالریااس کے مساوی
مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند
اہل حدیث منزل ۴۱۱۶،اردوبازار،جامع مسجد،دہلی۔۱۱۰۰۰۶
ویب سائٹ www.ahlehadees.org
ترجمان ای میل jaridahtarjuman@gmail.com
جمعیت ای میل jamiatahlehadeeshind@hotmail.com

اداریہ

اصغرعلی امام مہدی سلفی

سامانِ عبرت بھی بے اثر!

وقت کا سب سے بڑاالمیہ اورزمانہ کا سب سے بڑاسانحہ،رزیت کبریٰ اور مصیبت عظمی عبرت ونصیحت کے سارے اپائے اورکل کام کانا کام وبے اثر ہوتا چلا جاتا ہے۔سامان عبرت وموعظت سب کے سب بیکاراور بے نتیجہ ہوتے جارہے ہیں۔انسان پرکسی طرح کا سردوگرم،عمل وردعمل،مکافات عمل،جزاء و سزا،نعمت ورحمت اورزحمت وظلم کچھ بھی اثر کرتا دکھائی نہیں دے رہا ہے۔ ہزاروں تازیانے اورکتنے ہی عذاب وعقاب ان پر برس رہے ہیں لیکن انسان ان سے نصیحت پکڑنے کے لیے تیارنہیں ہے۔لاکھ عتاب نازل ہوجائے اورآفات وبلیات کاڈھیرلگ جائے تاہم انسان ان ٹھوکروں میں آنے کے بعد سنبھلنے اورسرخروہونے کے بجائے مزیدسرکشی اورشروفساد پراتاروہوتا چلا جارہا ہے۔جس خیرونصح کی پاداش میں اوررحمت ومہربانی کے صلہ میں اس کوحیات انسانی کی مہلت ملی ہے اس کوحیات جاودانی وکامرانی میں بدلنے کے بجائے وہ اسے ناشکری وکفران نعمت اورتمردوتکبرمیں گذارکرنعمتوں سے محرومی اورعذاب شدیدکا سزاواربنتا چلا جارہاہے۔آہ! آخرانسان کوہوکیا گیاہے!انسان کوسانپ بھی سونگھ جائے تب بھی اس پردوااوردعا کااثردیرسویرہوجاتا ہے۔لاکھ سکرو مدہوشی کامتوالاہو،ہوش میں آجاتا ہے۔لاکھ نشہ اس پرچڑھاہواہواترتا ضرور ہے۔خمارجواس کے دل ودماغ اورعقل وخردپرچڑھاہواہواوراس کی آنکھیں اس کی چغلی کھارہی ہوں وہ خماراورنشہ بھی اترجاتا ہے۔مہلک ولاعلاج امراض جسمانی جن میں انسان گھلتا چلا جاتا ہےاوراس پرنہ مرے نہ من جاوے’’لاحی فیرجی ولا میت فینسی‘‘ کی کیفیت طاری رہتی ہے پھربھی وہ امیدواثق رکھتا ہے،علاج سے بازنہیں آتا اورشفایابی اورصحت یابی سے ناامید ہرگزنہیں ہوتا۔سخت یاس وقنوط کے ماحول میں بھی وہ امیدکی قندیل جلائے رکھتا ہے۔پل بھرکی خبرنہیں ہوتی سامان سوبرس کارکھنا چاہتا ہے۔آرزؤں اورتمناؤں کا لامتناہی سلسلہ اورطول امل اوربقائے دوام کامدام خیال دامن گیررکھتا ہے۔اور پھرسامان واسباب دنیا کی حصول یابی کی توقع اوربسا اوقات یقین بھی رکھتا ہے۔مگرآہ وہ ملی ہوئی دولت اورحاصل شدہ نعمت کی ناقدری کاایسا دلدادہ اور خوگرہے کہ ذرہ برابرنہ نعمت کی قیمت پہچان کرکے اس کی قدرکرتا ہے اورنہ ہی منعم کریم کی کرم فرمائیوں کا احساس وادراک ہی ہے۔تم خودہی بتاؤ کہ کوئی بندہ خوددوسروں کادست نگرہونے اوردوسروں کی دادودہش سے پیدا ہونے اوراس پرپلنے اوربڑھنے کے باوجود یہ سب کچھ بھلاکربلکہ تکبروغرورکا شکارہوکرخودہی

منعم بن بیٹھے، احسان جتانے لگے، خود کو سب کچھ سمجھنے لگے تو پھر منعم حقیقی کو کس قدر ناراضگی لاحق ہوگی؟ اس کے غیظ وغضب کا عالم کیا ہوگا؟ اور ایسے ذرۂ بے مقدار کا کیا انجام ہونا چاہئے؟ جب کہ عالم میں ایسے لوگوں کے انجام بد کے آثار بھرے پڑے ہیں۔ ایسے لوگ دنیا کے ہی رہے نہ آخرت کی بھلائی پائی، بلکہ عذاب الیم اور سزائے مھین کے حقدار ٹھہرے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَّاَصْحٰبُ الرَّسِّ وَثَمُوْدُ. وَعَادٌ وَّفِرْعَوْنُ وَاِخْوَانُ لُوْط. وَّاَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ وَقَوْمُ تُبَّعٍ كُلٌّ كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ وَعِيْد'' (ق:۱۲-۱۴) ''ان سے پہلے نوح کی قوم نے اور رس والوں نے اور ثمود نے اور عاد نے اور فرعون نے اور برادران لوط نے اور ایکہ والوں نے اور تبع کی قوم نے بھی تکذیب کی تھی، سب نے پیغمبروں کو جھٹلایا پس میرا وعدہ عذاب ان پر صادق آگیا''

'' اَلَمْ نُهْلِكِ الْاَوَّلِيْنَ. ثُمَّ نُتْبِعُهُمُ الْاٰخِرِيْنَ. كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ '' (المرسلات:۱۶-۸۱) ''کیا ہم نے اگلوں کو ہلاک نہیں کیا، پھر ہم ان کے بعد پچھلوں کو لائے، ہم گناہگاروں کے ساتھ اسی طرح کرتے ہیں''۔
نعوذ باللہ من درک الشقاء وسوء القضاء وشماتة الاعداء''۔

جب انسان آفاق وانفس میں واقع ہونے والے انقلابات وتغیرات اور روزمرہ کے حالات سے سبق نہیں لیتا اور ان سے عبرت نہیں پکڑتا ہے بلکہ تکبر و عناد کی وجہ سے اس پر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور برکتوں کی ناشکری وناسپاسی کے آثار ظاہر ہونے لگتے ہیں تو سمجھ لیں کہ اللہ جل شانہ کی رحمتیں اور نعمتیں روٹھنے لگی ہیں اور انسان کی الٹی گنتی شروع ہوگئی ہے۔ اس کے برعکس جب انسان عبرت و نصیحت پکڑنے لگتا ہے اور جب وہ خوشی وغم ہر حال میں رجوع الی اللہ کا عادی ہوجائے اور اس کا رواں رواں باری تعالیٰ کے حضور دعاؤں، التجاؤں اور اس کی شکرگزاریوں اور فرماں برداریوں میں لگ جائے تو سمجھ لیجیے کہ خیر باقی ہے اور خیریت ہے۔ اللہ جل جلالہ وعم نوالہ جو اپنے بندوں پر غایت درجہ مہربان ہے، نے بڑے پیار اور انتہائی مہربانی، نہایت رحم وکرم، بخشش وعطاء اور شان دلداری ودلربائی کے ساتھ حضرت انسان اور مسلمانوں کو سمجھایا، بتلایا اور جتلایا ہے ''اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِيْ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ وَّتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ'' (البقرہ:۱۶۴) ''آسمان اور زمین کی پیدائش، رات دن کا ہیر پھیر، کشتیوں کا لوگوں کو نفع دینے والی چیزوں کو لیے ہوئے سمندروں میں چلنا، آسمان سے پانی اتار کر، مردہ زمین کو زندہ کر دینا، اس میں ہر قسم کے جانوروں کو پھیلا دینا، ہواؤں کے رخ بدلنا، اور بادل، جو آسمان اور زمین کے درمیان مسخر ہیں، ان میں عقلمندوں کے لیے قدرت الٰہی کی نشانیاں ہیں۔''

''اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ. اَلَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلاً سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ'' (آل عمران:۱۹۰-۱۹۱) ''آسمانوں اور زمینوں کی پیدائش میں اور رات دن کے ہیر پھیر میں یقیناً عقلمندوں کے لیے نشانیاں ہیں جو اللہ تعالیٰ کا ذکر کھڑے اور بیٹھے اور اپنی کروٹوں پر لیٹے ہوئے کرتے ہیں اور آسمان اور زمین کی پیدائش میں غور وفکر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار تو نے یہ بے فائدہ نہیں بنایا، تو پاک ہے پس ہمیں آگ کے عذاب سے بچالے۔''

تو کبھی اپنی ذات پر غور کرنے اور عبرت پکڑنے کی دعوت دی ہے۔

''وَفِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ. وَفِي السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ. فَوَرَبِّ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِنَّهٗ لَحَقٌّ مِّثْلَ مَآ اَنَّكُمْ تَنْطِقُوْنَ'' (الذاریات:۲۱-۲۳) ''اور خود تمہاری ذات میں بھی بہت سی نشانیاں ہیں، تو کیا تم دیکھتے نہیں ہو، اور تمہاری روزی اور جو تم سے وعدہ کیا جاتا ہے سب آسمان میں ہے، آسمان وزمین کے پروردگار کی قسم یہ بالکل برحق ہے، ایسا ہی جیسا کہ تم باتیں کرتے ہو۔''

'' اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ. فَجَعَلْنٰهُ فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ. اِلٰى قَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ. فَقَدَرْنَا فَنِعْمَ الْقٰدِرُوْنَ. وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ. اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًا. اَحْيَآءً وَّاَمْوَاتًا. وَّجَعَلْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ شٰمِخٰتٍ وَّاَسْقَيْنٰكُمْ مَّآءً فُرَاتًا. وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ'' (المرسلات:۲۰-۲۸) ''کیا ہم نے تمہیں ذلیل پانی سے (منی سے) پیدا نہیں کیا اور ہم کیا خوب اندازہ کرنے والے ہیں۔ اس دن تکذیب کرنے والوں کی خرابی ہے۔ کیا ہم نے زمین کو سمیٹنے والی نہیں بنایا؟ زندوں کو بھی اور مردوں کو بھی۔ اور ہم نے اس میں بلند وبھاری پہاڑ بنا دیئے۔ اور تمہیں سیراب کرنے والا میٹھا پانی پلایا۔ اس دن جھوٹ جاننے والوں کے لیے وائے اور افسوس ہے۔''

''هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْكُوْرًا. اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا. اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا'' (الدھر:۱-۳) ''کبھی گزرا ہے انسان پر ایک وقت زمانے میں جب کہ یہ کوئی قابل ذکر چیز نہ تھا، بیشک ہم نے انسان کو ملے جلے نطفے سے امتحان کے لیے پیدا کیا اور اس کو سنتا دیکھتا بنایا۔ ہم نے اسے راہ دکھائی اب خواہ وہ شکر

گزار بنے خواہ ناشکرا''۔

''یٰٓاَیُّھَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّکَ بِرَبِّکَ الْکَرِیْمِ. الَّذِیْ خَلَقَکَ فَسَوّٰکَ فَعَدَلَکَ. فِیْٓ اَیِّ صُوْرَۃٍ مَّا شَآءَ رَکَّبَکَ. کَلَّا بَلْ تُکَذِّبُوْنَ بِالدِّیْنِ'' (الانفطار:۶-۹)''اے انسان! تجھے رب کریم سے کس چیز نے بہکایا؟ جس (رب نے) تجھے پیدا کیا پھر ٹھیک ٹھاک کیا، پھر (درست اور) برابر بنایا۔ جس صورت میں چاہا تجھے جوڑ دیا۔ ہرگز نہیں بلکہ تم تو جزاوسزا کے دن کو جھٹلاتے ہو''۔

روئے زمین کے تمام واعظین وخطباء، مبلغین، افہام وتفہیم کے ماہرین، دعوت و ارشاد کے حاذقین، انسانیت اور امت کے بہی خواہان ومربین اور مصلحین جو بہتر سے بہتر اسلوب، اچھا سے اچھا انداز، فصاحت و بلاغت اور ایجاز واطناب کے جتنے جوہر انسانیت کی رہنمائی وبھلائی اور اسے راہ راست پر لانے کے لیے صرف کر سکتے ہیں وہ سب اللہ تعالیٰ کے کلام بلاغت نظام کے سامنے ایک ادنی ذرہ سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتے ہیں۔ ذرا غور کیجئے کہ اللہ جل شانہ نے قرآن کریم میں کس طور پر بلیغ پیرایہ بیان میں اپنے نبیوں کو دین حنیف پر قائم رکھنے کے لیے اور شیطان جیسے کھلم کھلا دشمن سے بچنے کے لیے صاف صاف واضح طور پر بیان فرمایا ہے۔''اَلَمْ اَعْھَدْ اِلَیْکُمْ یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّیْطٰنَ اِنَّهٗ لَکُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ. وَّاَنِ اعْبُدُوْنِیْ ھٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ. وَلَقَدْ اَضَلَّ مِنْکُمْ جِبِلًّا کَثِیْرًا اَفَلَمْ تَکُوْنُوْا تَعْقِلُوْنَ'' (یٰسین:۶۰-۶۲)'' اے اولاد آدم! کیا میں نے تم سے قول قرار نہیں لیا تھا کہ تم شیطان کی عبادت نہ کرنا، وہ تو تمہارا کھلا دشمن ہے۔ اور میری ہی عبادت کرنا۔ سیدھی راہ یہی ہے۔ شیطان نے تو تم میں سے بہت ساری مخلوق کو بہکا دیا۔ کیا تم عقل نہیں رکھتے''

آج کا المیہ یہ ہے کہ ہم سب قرآن کریم میں وارد انبیاء کرام علیہم السلام اوران کی قوموں کے قصص وحکایات کو سنتے ہیں۔ جا بجا پند ونصیحت اور حکمت و موعظت جیسی آیات کو پڑھتے ہیں۔ اولیاء اللہ اور اولیاء الشیاطین کی صفات سے واقف ہوتے ہیں۔ دوران تلاوت جنت وجہنم کے مقامات سے گزرتے ہیں۔ اور دنیوی زندگی کی بے ثباتی اور اخروی زندگی کی ابدیت جیسی حقیقتوں سے روشناس ہوتے ہیں اوران سب کے علاوہ خود اپنے گرد وپیش میں روز روز واقع ہونے والے انقلابات وتغیرات کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ کبھی سیلاب آتا ہے، کبھی طوفان آتا ہے، کبھی خشک سالی پڑتی ہے، کبھی زلزلہ برپا ہوتا ہے، کبھی فتنوں اور آزمائشوں کی جھکڑ چلتی ہے، کبھی آفات ومصائب کی تیز وتند ہوا چلتی ہے اور کبھی کرونا جیسی مہلک وبا دیکھتے ہی دیکھتے سارے عالم کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے۔ اوراس طرح قیامت صغریٰ کا منظر نظر کے سامنے پھر جاتا ہے لیکن ہم ہیں کہ ان سے عبرت حاصل نہیں کرتے۔ نصیحت نہیں پکڑتے۔ توبہ واستغفار نہیں کرتے، تمرد وطغیان اور سرکشی کی روش نہیں چھوڑتے۔ تکبر وعناد سے تائب نہیں ہوتے، خیر کے متلاشی نہیں ہوتے، اس سے بڑی محرومی کی بات اور کیا ہوسکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری اسی روش کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتا ہے: ''اَوَلَا یَرَوْنَ اَنَّھُمْ یُفْتَنُوْنَ فِیْ کُلِّ عَامٍ مَّرَّۃً اَوْ مَرَّتَیْنِ ثُمَّ لَا یَتُوْبُوْنَ وَلَا ھُمْ یَذَّکَّرُوْنَ'' (التوبہ:۱۲۶)''اور کیا ان کو نہیں دیکھائی دیتا کہ یہ لوگ ہر سال ایک بار یا دو بار کسی نہ کسی آفت میں پھنستے رہتے ہیں، پھر بھی نہ توبہ کرتے اور نہ نصیحت قبول کرتے ہیں''۔

حالانکہ اللہ کے نافرمان ومشرکین اور مغضوب قوموں کی بھی یہ روش رہی ہے کہ جب وہ مصائب سے دوچار ہوتی تھیں اوران کی کشتی حیات منجدھار میں پھنستی تھی تو وہ اس نازک گھڑی میں اللہ واحد کو ہی پکارتے اور اسی کی طرف رجوع ہوتے تھے۔''فَاِذَا رَکِبُوْا فِی الْفُلْکِ دَعَوُا اللّٰہَ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ. فَلَمَّا نَجّٰھُمْ اِلَی الْبَرِّ اِذَا ھُمْ یُشْرِکُوْنَ'' (العنکبوت:۶۵)''پس یہ لوگ جب کشتیوں میں سوار ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ہی کو پکارتے ہیں اس کے لیے عبادت کو خالص کرکے، پھر جب وہ انہیں خشکی کی طرف بچالاتا ہے تو اسی وقت شرک کرنے لگتے ہیں''

ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنی روش میں تبدیلی لائیں، گرد وپیش کے حالات سے عبرت پکڑیں۔ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کی قدر کریں، منعم حقیقی کا شکر بجالائیں، تکبر وعناد کی راہ چھوڑ کر توبہ واستغفار اور رجوع الی اللہ کی شاہراہ پر گامزن ہوجائیں۔ اسی میں ہماری دنیوی واخروی کامیابی کا راز مضمر ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت وبخشش کا دریا ٹھاٹھیں مار رہا ہے۔ یہ ہم پر ہے کہ ہم اس سے کس قدر فیضیاب ہوتے ہیں۔''اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰہِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ'' (الاعراف:۵۶)''بیشک اللہ تعالیٰ کی رحمت نیک کام کرنے والوں کے نزدیک ہے''۔

اے کاش! کہ انسان عبرت ونصیحت اور موعظت کے مواقع سے فائدہ اٹھاتا اور اپنی قساوت قلبی سے اس کے اثرات زائل کرنے سے باز آتا اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور رحمتوں کا اپنے آپ کو سزاوار ٹھہراتا۔

ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں
راہ دکھلائیں کسے؟ رہبر و منزل ہی نہیں
تربیت عام تو ہے جو ہر قابل ہی نہیں
جس سے تعمیر ہو آدم کی یہ وہ گل ہی نہیں
کوئی قابل ہوتو ہم شان کئی دیتے ہیں
ڈھونڈنے والوں کو دنیا بھی نئی دیتے ہیں

☆☆☆

قبولیت دعا کی حسین ساعتیں

مولانا خورشید عالم مدنی، پٹنہ

آج امت مسلمہ سخت زبوں حالی میں مبتلا ہے، مشکلات میں گھری ہے، اسے مختلف چیلنجوں کا سامنا ہے، اور امت کے باشعور افراد امت کی بہتری، عزت و سرخروئی اور اس کی عظمت رفتہ کی واپسی کی دعائیں مانگ رہے ہیں۔ مگر ایسا لگتا ہے کہ

آخر تو دشمنی ہے دعا کو اثر کے ساتھ

دعا کی رفتار رک چکی ہے، تاثیر اس سے روٹھ گئی ہے، اور قبولیت اپنا رشتہ منقطع کر چکی ہے۔ اس لیے حالات دگرگوں ہیں، مسائل جوں کا توں ہیں، کہیں کوئی فرق نہیں، دعاؤں کا کوئی اثر نہیں، آخر ایسا کیوں؟

دعا کی بے اثری کا گلہ تو ہے لیکن
دعا کبھی ہم نے مانگی ہے دعا کی طرح

اللہ تعالیٰ نے جب بندوں کو دعا کرنے کا حکم دیا، اس کی ترغیب دی اور اسے قبول کرنے کا وعدہ کیا، تو ساتھ ہی ان کو کچھ ایسی ساعات، مقامات اور آداب بھی سکھلائے ہیں کہ اگر وہ ان فضیلت والی گھڑیوں میں دعا کریں گے اور ان بابرکت اوقات میں اللہ سے مانگیں گے، تو ان کی دعائیں اثر کریں گی، قبولیت کا شرف پائیں گی۔ اس لیے دعا سے قبل یہ جاننا بے حد ضروری ہے کی ہم اسے کب مانگیں اور کس طرح مانگیں، تاکہ وہ قبول ہو جائے اور ہم اللہ کی نگاہ میں محبوب بن جائیں۔

واضح رہے کہ قبولیت دعا کے لیے یہ ناگزیر ہے کہ ہم دعاؤں کا اہتمام ایسے اوقات میں کریں، جن میں قبولیت صد فی صد کنفرم ہو، جھولی بھرنے اور مرادیں پوری ہونے کا مکمل چانس ہو۔ شریعت اسلامیہ کی رہنمائی اور شارع کے متعین گائیڈ لائن کے مطابق ایسی قیمتی گھڑیاں پر کیف وروح پرور لمحات، اللہ سے قریب ہونے اور دلوں میں مچلتے جذبات کو پیش کرنے کے حسین مواقع درج ذیل ہیں:

1) رات کے آخری (تہائی) حصہ میں: یہ بڑی مبارک گھڑی ہے اور قبولیت کا امید افزا موقع ہے۔ اس حسین لمحہ سے متعلق شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ "رات کے آخری حصہ میں انسانوں کے دلوں میں اللہ کی طرف توجہ وانابت، جذبہ حصول قربت اور سوز وگداز پائی جاتی ہے۔ دلوں کی یہ کیفیت دوسرے اوقات میں نہیں پائی جاتی ہے"۔

یہ ایسی گھڑی ہے جس میں اللہ نے مانگنے والوں اور بخشش کا سوال کرنے والوں کی تعریف کی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے وَالْمُسْتَغْفِرِينَ بِالْأَسْحَارِ (آل عمران:17) "(اور رات کے آخری حصے میں) اللہ سے معافی مانگنے والے ہیں" كَانُوا قَلِيلًا مِّنَ اللَّيْلِ مَا يَهْجَعُونَ وَبِالْأَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُونَ (ذاریات:17-18) "(نیک لوگ عبادت کی وجہ سے) رات میں کم سوتے تھے اور (نیک لوگ) سحری (صبح) کے وقت گناہوں کی معافی مانگتے تھے"

یہی وہ قیمتی لمحہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ سماء دنیا پر نزول فرماتا ہے اور یہ اعلان کرتا ہے کہ " کون مجھ سے دعا کرتا ہے کہ میں اس کی دعا قبول کروں؟ کون مجھ سے مانگتا ہے کہ میں اسے دوں؟ کون مجھ سے مغفرت طلب کرتا ہے کہ میں اس کے گناہ بخش دوں؟ (بخاری:1145، مسلم:758)

2) جمعہ کے دن ایک گھڑی: وہ کون سی گھڑی ہے جس میں دعائیں قبول کی جاتی ہیں۔ اس کے متعلق کئی اقوال ہیں، مگر دلیل کی روشنی میں دو قول قابل ترجیح ہیں:

1) امام کے منبر پر بیٹھنے سے لے کر اختتام نماز تک: اس کی دلیل وہ حدیث ہے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا هي ما بين ان يجلس الامام الى أن تقضى الصلاة (مسلم:853) یعنی "وہ (ساعت) امام کے منبر پر بیٹھنے سے لے کر نماز کے ختم ہونے کے درمیان ہے"۔

2) عصر بعد سے غروب آفتاب تک: اس کے متعلق رسول گرامی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں "جمعہ کا دن بارہ ساعت (گھڑی) کا ہے۔ (اس میں ایک ساعت ایسی ہے) کہ کوئی مسلمان بندہ اس میں اللہ تعالیٰ سے مانگتا ہے تو اللہ اسے ضرور دیتا ہے "فالتمسوها آخر ساعة بعد العصر" لہٰذا تم اسے عصر کے بعد آخری ساعت (گھڑی) میں تلاش کرو"۔ (ابوداود، کتاب الصلاۃ:1048، نسائی، کتاب الجمعہ:1389)

امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ "اس مسئلہ میں جتنے اقوال نقل کیے گئے ہیں ان میں سب سے راجح دو اقوال ہیں، جو صحیح احادیث میں ذکر کئے گئے ہیں اور ان دو میں بھی دوسرا قول (عصر بعد سے غروب آفتاب تک) زیادہ راجح ہے۔ عبداللہ بن سلامؓ، ابو ہریرہؓ، احمد ابن حنبلؒ اکثر سلف اس کے قائل ہیں"۔ (زاد المعاد:482/1)

(بقیہ صفحہ ۸ پر)

میراث کی تقسیم میں تاخیر کیوں؟

مولانا اسعد اعظمی رجامعہ سلفیہ بنارس

یوں تو سماج میں، خاندان اور رشتہ داروں میں اختلاف وانتشار اور ناچاقی کے بہت سارے اسباب اور مختلف وجوہات ہوتی ہیں۔ ان اسباب ووجوہات کا جائزہ لیں گے تو ایک اہم سبب باپ دادا کی میراث کی تقسیم کا معاملہ بھی ہوتا ہے۔ اس تقسیم میں بھی متعدد طرح کے تنازعے ہوتے ہیں۔ بسا اوقات چھوٹی چھوٹی باتوں کو لے کر آپس میں غلط فہمیاں پلتی رہتی ہیں اور بروقت تدارک نہ ہونے سے وہ مخاصمت اور بغض وعداوت کا سبب بنتی ہیں۔

وراثت کے سلسلے میں پیدا ہونے والے تنازعات کے مختلف اسباب میں سے ایک اہم سبب وراثت کی تقسیم میں تاخیر، بلکہ یوں کہہ لیجیے غیر معمولی تاخیر بھی ہے۔ حسب مشیت الٰہی ہر شخص ایک مخصوص عمر گذار کر اس دنیا سے رخصت ہوجاتا ہے اور اپنے پیچھے بیوی بچوں اور دوسرے اعزہ واقارب کو چھوڑتا ہے۔ اس کا ترکہ کم ہو یا زیادہ، نقدی کی شکل میں ہو یا زمین وجائداد کی شکل میں، ہر ایک سے اس کی ملکیت ختم ہوجاتی ہے اور اس کا کل متروکہ مال واسباب اس کے ورثہ کی ملکیت ہوجاتا ہے۔ قرآن وحدیث میں تمام ورثہ کے حقوق متعین کردیے گئے ہیں، اسی روشنی میں ہر ایک کو اس کا حصہ دیا جاتا ہے۔

کسی بھی شخص کی وفات کے بعد اس کے چھوڑے ہوئے مال میں سے اس کی تجہیز وتکفین کا انتظام کرنے، اگر قرض ہے تو اسے ادا کرنے، اگر جائز حدود کے اندر وصیت کیا ہے تو اسے نافذ کرنے اور اس طرح کا کوئی اور معاملہ ہو تو اسے نمٹانے کے بعد گھر والوں کو چاہیے کہ آپس میں بیٹھ کر اولین فرصت میں وراثت کی تقسیم کا کام انجام دیں۔ اس میں بلا عذر تاخیر کرنا کسی طرح درست نہیں ہے۔ لیکن دیکھا جاتا ہے کہ اکثر لوگ اس تاخیر کے مرتکب ہوتے ہیں جس کی وجہ سے بہت سارے نئے مسائل کھڑے ہوجاتے ہیں جن سے بآسانی بچا جاسکتا تھا۔

اس تاخیر کے پیچھے بسا اوقات کچھ غلط تصورات وخیالات بھی ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ وراثت کی تقسیم کوئی اچھی بات نہیں، بلکہ جس طرح ہم اپنے والد یا والدین کی زندگی میں مل جل کر رہتے تھے اسی طرح رہیں۔ گویا وراثت کی تقسیم کو ایک عیب کے طور پر دیکھا جاتا ہے، اور اس وجہ سے اسے ٹالا جاتا ہے۔ حالانکہ آج نہیں کل وہ تقسیم ہو کر رہے گی، لیکن ’’بعد از خرابی بسیار‘‘۔

وراثت کی تقسیم شرعی حکم ہے۔ اس سے شرمانے، ہچکچانے یا اسے آپسی میل جول کے خاتمہ کا سبب بالکل نہیں سمجھنا چاہیے۔ دیکھا یہ جاتا ہے کہ جس مزعومہ اتفاق واتحاد کو برقرار رکھنے کے لیے وراثت کی تقسیم سے گریز کیا جاتا ہے اور ٹال مٹول کی جاتی ہے آگے چل کر وہ اتفاق واتحاد تقسیم میراث کے مسائل کو لے کر ایسے بغض وعناد اور مخاصمت ومنافرت میں تبدیل ہوجاتا ہے کہ الاماں والحفیظ۔

وراثت کی تقسیم میں تاخیر کا مسئلہ بسا اوقات یہاں تک پہنچ جاتا ہے کہ دوسری نسل رخصت ہونا شروع ہوجاتی ہے۔ یعنی ایک شخص کے انتقال کے برسہا برس بعد تک اس کی میراث تقسیم نہیں ہوتی یہاں تک کہ اس کی اولاد کے انتقال کا سلسلہ شروع ہوجاتا ہے۔ اب پوتے لوگ دادا کی میراث تقسیم کریں تب والد کی میراث تقسیم کریں۔ اس دوران متروکہ جائدادوں میں کافی تبدیلیاں ہوچکی ہوتی ہیں اور تقسیم کا معاملہ بڑا پُر پیچ ہوجاتا ہے۔

باپ کی میراث کی تقسیم میں تاخیر کی وجہ سے عام طور سے یہ بھی ہوتا ہے کہ لڑکے باپ کی جائداد میں کچھ اضافہ کرتے ہیں جو محض ان کی محنت سے ہوتا ہے، اسی طرح باپ کے ذریعہ شروع کیے گئے کاروبار میں اس کے گذرنے کے بعد ایک لڑکا یا کچھ لڑکے اسے ترقی دے کر بہت آگے لے جاتے ہیں، ان تمام حالات میں تاخیر سے میراث تقسیم ہوتی ہے تو ان لڑکوں میں اور دیگر ورثہ میں استحقاق کو لے کر بڑے اختلافات ہوتے ہیں جو بسا اوقات اگلی نسلوں تک منتقل ہوتے رہتے ہیں۔

کچھ عورتیں باپ کی وراثت میں اپنا حصہ لینے سے اس لیے ہچکچاتی ہیں کہ اس طرح بھائیوں کے یہاں ان کے آنے جانے کا استحقاق ختم ہوجائے گا اور تعلقات منقطع ہوجائیں گے۔ حالاں کہ ایسا کچھ نہیں، یہ خون کا رشتہ ہے، مال وجائداد کا نہیں۔ بہت سی جگہوں سے یہ شکایت ملتی ہے کہ وہاں بہنوں یا خواتین کو سرے سے میراث میں حصہ ہی نہیں دیا جاتا، اس غلط عمل کو درست ٹھہرانے کے لیے مختلف غلط تاویلات کا سہارا بھی لیا جاتا ہے۔ کبھی یہ کہا یا سوچا جاتا ہے کہ بہنوں کو تو جہیز دے دیا گیا، اب ان کو میراث میں سے کچھ دینے کی ضرورت نہیں۔ کبھی یہ کہا جاتا ہے کہ بہنوں نے معاف کر دیا، لیکن کبھی کسی بھائی کے معاف کرنے کی بات نہیں کہی جاتی۔ یہ اور اس قسم کے دیگر اعذار کی کوئی حقیقت نہیں۔

وراثت کی تقسیم کے ذمہ دار (جیسے بڑے بھائی وغیرہ) تقسیم نہ کرنے کا یہ عذر پیش کرتے بھی سنے جاتے ہیں کہ کوئی مطالبہ ہی نہیں کررہا ہے اس لیے میں کیسے تقسیم کروں، یہ عذر بھی غیر معقول ہے۔ باپ کے گذرنے اور اس سے متعلقہ حقوق کی ادائیگی کے معاً بعد تقسیم کا عمل شروع کردینا چاہیے، کسی کے مطالبہ یا اصرار کا انتظار نہیں کرنا چاہیے۔

وراثت کی تقسیم کے وقت مستحقین کو آپس میں نرمی اور فراخ دلی کا مظاہرہ کرنا

چاہیے۔کوئی بڑا ہے اس نے باپ کے ساتھ زیادہ کام کیا ہے، چھوٹے بھائی نے کم کام کیا ہے اس لیے اسے کم ملنا چاہیے، اس طرح کی باتیں اخوت باہمی کے سراسر منافی ہیں۔اپنے سگے بھائی بہنوں کے لیے بھی اگر کوئی اتنی رواداری نہیں دکھا سکتا تو بڑے افسوس کی بات ہوگی۔ایسے پائی پائی کا محاسبہ کرنے کی ذہنیت والے دیکھے جاتے ہیں کہ وہ سکون وقناعت کی زندگی نہیں گزارتے۔

وراثت کی تقسیم ایک دینی فریضہ ہے جسے کسی بھی طرح کے بہانوں سے ختم نہیں کیا جا سکتا۔قرآن کریم کے اندر وراثت کی تقسیم کے معاملے کو پوری تفصیل سے بیان کردیا گیا ہے، مذکر اور مؤنث، چھوٹے اور بڑے ہر ایک کا حق اور حصہ متعین کردیا گیا ہے۔جس کا جو حق ہے اسے ملنا چاہیے، مرد ہو یا عورت، چھوٹا ہو یا بڑا۔اللہ تعالی نے میراث کے مسائل کو بیان کرتے ہوئے کہیں "فريضة من الله" کہیں "وصية من الله" کہیں "نصيبا مفروضا" کہیں "تلك حدود الله" کہہ کر اس کی اہمیت اور قطعیت کو واضح کردیا ہے۔ان احکام کی پیروی کرنے والوں کا نیک انجام اور خلاف ورزی کرنے والوں کا برا انجام کیا ہوگا اسے بھی دوٹوک الفاظ میں بیان کردیا ہے۔سورہ نساء میں میراث کے مسائل باتفصیل بیان کرنے کے بعد اللہ تعالی فرماتا ہے:﴿تِلْکَ حُدُودُ اللّهِ وَمَن يُطِعِ اللّهَ وَرَسُولَهُ يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَذَلِکَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ (13)وَمَن يَعْصِ اللّهَ وَرَسُولَهُ وَيَتَعَدَّ حُدُودَهُ يُدْخِلْهُ نَاراً خَالِداً فِيهَا وَلَهُ عَذَابٌ مُّهِينٌ–سورہ نساء:۱۳–۱۴﴾

[ترجمہ: یہ حدیں اللہ کی مقرر کی ہوئی ہیں اور جو اللہ تعالی کی اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی فرماں برداری کرے گا اسے اللہ تعالی جنتوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے، اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔اور جو شخص اللہ تعالی کی اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نافرمانی کرے اور اس کی مقررہ حدوں سے آگے نکلے اسے جہنم میں ڈال دے گا جس میں وہ ہمیشہ رہے گا، ایسوں ہی کے لیے رسوا کن عذاب ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ

☆ وراثت کی تقسیم میں تاخیر سے پرہیز کیا جائے۔
☆ وراثت کی تقسیم کو سماجی عیب نہ تصور کیا جائے۔
☆ تقسیم میں کچھ نرم گرم ہو تو برداشت کیا جائے۔
☆ تقسیم کے معاملے میں سختی اور ہٹ دھرمی کا مظاہرہ نہ کیا جائے۔
☆ تقسیم کے مسئلہ کو لے کر رشتہ میں دراڑ نہ آنے دی جائے۔
☆ میراث کی تقسیم ایک منزل من اللہ فریضہ ہے، اس کی خلاف ورزی پر سخت وعید آئی ہے۔الخ۔واللہ ولی التوفیق۔

☆☆☆

(بقیہ صفحہ ٦ کا)

3) رات میں آنکھ کھلنے کے بعد درج ذیل دعاؤں کے بعد دعا کریں: قبولیت دعا کی ایک بہترین گھڑی یہ بھی ہے کہ جب رات کے کسی حصہ میں آنکھ کھلے تو پہلے یہ دعا پڑھ لیں، اس کے بعد دعا مانگیں تو فرمان نبوی کے مطابق آپ کی دعا قبول کی جائے گی۔عبادہ بن صامتؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "جو شخص رات میں نیند کھلنے کے بعد یہ کہے "لا اله الا الله وحده لا شريک له الملک وله الحمد وهو على كل شى قدير الحمد لله و سبحان الله و الله أكبر و لا حول ولا قوة الا بالله اس کے بعد وہ کہے "اللهم اغفر لى یا کوئی دعا کرے تو اس کی دعا قبول ہوتی ہے۔پھر اگر اس نے وضو کیا اور نماز پڑھی تو نماز بھی مقبول ہوتی ہے"۔(بخاری:1154)

اسی طرح سجدہ میں، روزے کی حالت میں، سفر میں مانگی ہوئی دعائیں بارگاہ الہی میں مقبول ہوتی ہیں، اس لیے ہمیں ان احوال میں خصوصیت کے ساتھ دعاؤں کا اہتمام کرنا چاہیے۔جیسا کہ رسول گرامی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس کی تعلیم دی ہے، فرماتے ہیں "اقرب ما يكون العبد من ربه و هو ساجد فأكثروا الدعاء "(مسلم:482)" بندہ حالت سجدہ میں اپنے رب سے بہت قریب ہوتا ہے، اس لئے اس میں خوب دعا کرو أما السجود فاجتهدوا فى الدعاء فقمن أن يستجاب لكم"(مسلم:479)" سجدے میں خوب دعائیں مانگو وہ ضرور قبول کر لی جائیں گی"۔دوسری حدیث میں فرمایا "ثلاث دعوات لا ترد دعوة الوالد و دعوة الصائم و دعوة المسافر "(بیہقی:6619)" تین (شخص کی) دعائیں ریجیکٹ نہیں کی جاتی ہیں: والد کی دعا، روزہ دار کی دُعا اور مسافر کی دعا"۔اور اگر اللہ حج کی توفیق دے، مکہ تشریف لے جائیں تو عرفہ (9 ذی الحجہ) کے دن، 10 ذی الحجہ کو مشعر حرام کے پاس (جو منی کی جہت سے مزدلفہ کے کنارے پر واقع ہے)، صفا ومروہ پر، صغریٰ ووسطیٰ پر رمی جمار (کنکڑی مارنے کے بعد) ان 6 مقامات پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا کرتے ہوئے، قبلہ رخ ہو کر، ہاتھ اٹھا کر دعاؤں کا اہتمام کریں۔یہ مسنون اور قبولیت کے قریب تر ہے۔ان شاء اللہ

اللہ ہمیں توفیق دے، اپنے در کا سوالی بنائے، ہماری طلب کو نہ ٹھکرائے، ہماری مانگیں پوری ہوں۔

☆☆☆

نوجوان - ملت کا بیش بہا سرمایہ

مولانا عبدالمنان سلفی شکراوی

نوجوان، قوم کی توانائی کا سرچشمہ، اس کی ترقی کا ستون اور اس کی عزت وسربلندی وکرامت کی منزل ہیں۔ وہ اس کا راس المال یعنی اصل پونجی اور مستقبل کا زاد راہ، قیمتی سرمایہ اور مضبوط بنیاد ہیں۔ ان کی عزت ہماری عزت، ان کی کمزوری ہماری کمزوری اور ان کا نقصان ہمارا نقصان ہے۔ زندگی میں ان کا کردار بہت عظیم ہے، انہیں کے اوپر تہذیبیں قائم ہیں اور انہیں کی کوشش سے امت مسلمہ مختلف میدانوں میں زمانہ ہائے دراز سے ترقی کررہی ہے۔ اگر ان کا استعمال بھلائی کی نشر واشاعت اور قوم وملت کی تعمیر کے لیے کیا جائے تو بہت بڑی نعمت ثابت ہوسکتے ہیں۔

جوانی کی نعمت اللہ تعالیٰ کی بہت ہی عظیم نعمتوں میں سے ہے جس سے اس نے انسان کو سرفراز فرمایا ہے۔ اس کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ بروز محشر جن سوالوں کا جواب دیے بغیر انسان کے قدم ہٹ نہیں سکیں گے ان میں ایک سوال جوانی کے بارے میں بھی ہوگا کہ اسے اس نے کہاں کھپایا؟ زندگی میں جوانی کا مرحلہ دو کمزور مرحلوں کے درمیان واقع ہوتا ہے یعنی بچپن اور بڑھاپے کے درمیان۔ لہٰذا انسان کو اس کی سنگینی واہمیت کو سمجھنا چاہیے۔ جوانی قوت وتوانائی کا مرحلہ ہے جسے اللہ کی اطاعت وفرمانبرداری اور ایسے کاموں میں لگانا چاہیے جو اس کے لیے اور پورے سماج ومعاشرے کے لیے نفع بخش ثابت ہوسکیں۔ اسلام کے اولین دور میں دارارقم میں جمع ہونے والے نوجوان ہی تھے جنہوں نے اسلام کی نشر واشاعت کی اہم ذمہ داری اپنے کاندھوں پر اٹھا کر اہم کردار ادا کیا، طرح طرح کی مصیبتیں جھیلیں، قربانیاں پیش کیں اور دن رات ایک کرکے کامیابی سے ہمکنار ہوئے۔

اگر یہی نوجوان انحراف وبے راہ روی کا شکار ہوجائیں تو مجرم بن جاتے ہیں اور ان کی گھناؤنی شبیہ سے ہر کوئی نفرت کرنے لگتا ہے۔ نوجوانوں کا انحراف آج کے دور کے بڑے پیچیدہ مسائل ومشکلات میں سے ایک ہے اور ماں باپ کے لیے بڑی سردردی کا باعث بنا رہتا ہے۔ اس سے اخلاق برباد، اقدار زمین بوس اور معاشرہ وسماج دیوالیہ ہوجاتا ہے۔ بہت سے لوگ اسے معمولی سمجھ کر نظر انداز کردیتے ہیں جو کہ ان کی بہت بڑی غلطی اور سماج ومعاشرے کے تئیں جرم عظیم ہے۔ یہ غلطی بالآخر لاعلاج بیماری کی شکل اختیار کرلیتی ہے۔ ہمیں اس مہلک وموذی مرض پر غور وفکر کی ضرورت ہے اور اس کے اسباب کا پتہ لگا کر اس کی بیخ کنی کے لیے ہمہ وقت فکرمند رہنا چاہیے۔ انحراف سے نسلوں کو بچانے کی سب سے بڑی ذمہ داری ماں باپ اور خاندان کی ہوتی ہے۔ وہ ان کی اچھی تربیت پر دھیان دیں، بے راہ روی کے راستوں کو بالکل مسدود کردیں اور اسے اپنی زندگی کی اہم ترجیحات میں شامل کریں۔ بخاری شریف کی مشہور حدیث ہے: ’’آدمی اپنے گھر کا نگہبان ہے اور اس سے اس کے ماتحتوں کے بارے میں سوال ہوگا، اسی طرح عورت اپنے شوہر کے گھر کی نگہبان ہے جس کے بارے میں اس سے پوچھ گچھ ہوگی۔‘‘ اس کے علاوہ مدرسہ جو کہ گھر کے بعد سب سے اہم تربیت گاہ ہے اس کا بھی بے راہ روی کو روکنے اور لگام دینے میں اہم کردار ہے۔ کیونکہ ایک استاد تعلیم وتربیت کا محور ہوتا ہے۔ زیر تعلیم بچوں کو بے راہ روی سے دور رکھنا اس کی ذمہ داری ہے۔ وہ اگر نیک وصالح اور اعلیٰ کردار کا مالک ہوگا، ذمہ داری کے تئیں سنجیدہ اور سماج ومعاشرے کا خیرخواہ ہوگا تو کچھ مشکل نہیں کہ اپنے زیر تربیت بچوں کو ہر قسم کی اخلاقی خرابیوں اور فکری کجرویوں وبے راہ رویوں سے دور رکھنے میں اہم کردار ادا کرسکے۔

انحراف وبے راہ روی کا ایک بہت بڑا سبب بچوں کا بیکار رہنا ہے کیونکہ اگر ان کو مثبت وکارآمد کاموں میں نہیں لگایا جائے گا تو یقیناً وہ غلط کاموں میں منہمک رہیں گے اور اس کے خطرناک نتائج برآمد ہوں گے۔ لہٰذا ماں باپ، خاندان، اساتذہ ومربیان کی ذمہ داری ہے کہ وہ انہیں بیکار نہ چھوڑیں اور ان کے خالی اوقات پر کڑی نظر رکھیں اس بات پر بھی نظر رکھیں کہ ان کے ساتھی، دوست واحباب کس قماش کے ہیں کیونکہ بری صحبت بچوں کے لیے سب سے خطرناک چیز ہے۔ مسند احمد میں ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آدمی اپنے دوست کے مذہب وطور طریقے پر ہوتا ہے لہٰذا انسان کو دیکھنا چاہیے کہ وہ کس سے دوستی کررہا ہے۔‘‘

آپ جانتے ہیں کہ نوجوانی کا مرحلہ کس قدر اہم ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی کتنی بڑی نعمت ہے۔ درحقیقت یہ دودھاری تلوار ہے۔ یا تو آپ اس سے اپنے دین کی خدمت انجام دینے میں صرف کریں گے، اس کے ذریعہ اس معاشرے وسماج کی اصلاح کریں گے جس نے اللہ کے بعد سب سے زیادہ آپ سے امیدیں باندھ رکھیں ہیں اور اس طرح آپ خیر وبھلائی، صلح واصلاح کا سرچشمہ اور اللہ کے دین کے لیے کارآمد ثابت ہوں گے۔ اپنا سب کچھ اللہ کے دین کی نصرت اور اس کی نشر واشاعت کے لیے صرف کریں گے، مسلمانوں کی عزت وآبرو کے محافظ بنیں گے، بھٹکے ہوؤں کو

راستہ دکھائیں گے، حیران وششدر اور ذہنی الجھن میں مبتلا لوگوں کی رہنمائی کریں گے، کتاب اللہ وسنۃ رسول اللہ سے مستفاد دلائل کی بنیاد پر اور صحابۂ کرام کے اسوہ ونمونہ کی روشنی میں زنگ خوردہ عقلوں کو صیقل کریں گے۔یا آپ خواہشات نفس کے بندے اور باطل افکار ونظریات کے پیروکار بنیں گے، گمراہ وبے راہ رو لوگوں کی اقتداو پیروی کرتے ہوئے خود بھی نقصان اٹھائیں گے اور معاشرہ وسماج کے لیے بھی نقصان دہ ثابت ہوں گے اور اپنے پیچھے ایسے بدنما داغ چھوڑ جائیں گے جو معاشرہ وسوسائٹی کے لیے ناسور بن جائیں گے۔

نوجوانوں کے کندھوں پر جو ذمہ داری ہے وہ بہت عظیم ہے۔خاص طور پر موجودہ حالات میں اس کی سنگینی مزید بڑھ گئی ہے۔ یہ دنیا ایک بندرگاہ ہے جس سے آپ جنت کے راستے کا سامان اٹھا کر لے جائیں یا جہنم تک جانے والے سفر کا۔انہیں اپنی اس ذمہ داری کو محسوس کرنا چاہیے اور قوم نے ان سے جو امیدیں وابستہ کر رکھی ہیں ان کو پورا کرنے کی بھرپور کوشش کرنی چاہیے۔انہیں ایسا محسوس کرنا چاہیے کہ وہ رب العلمین کے دربار میں کھڑے ہیں اور محاسبہ ہو رہا ہے لہٰذا ہر سوال کا جواب تیار رکھنا چاہیے۔

قوم کے نوجوانوں کی اپنے وطن اور اپنی قوم کے تئیں بڑی اہم ذمہ داری ہے جس کی انجام دہی کے لیے انہیں درج ذیل باتوں کی جانب توجہ دینی چاہیے:

۱۔پیدائش کے مقصد کو سمجھنا: ایک نوجوان اس بات کو اچھی طرح سمجھ لے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو کیوں پیدا کیا اور اسے کیوں زندگی بخشی؟ پھر وہ صحیح طریقے سے اس کے صحیح وکارآمد استعمال کا ثبوت فراہم کرکے دکھائے۔حالات جیسے بھی ہوں اپنے پروردگار کی ہمیشہ عبادت کرتا رہے۔اور عبادت کے وہ تمام طریقے اختیار کرے جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہوجائے۔ مقصد تخلیق کی معرفت دین کا پابند بنانے میں اہم کردار ادا کرتی ہے اور اس کے ذریعہ لوگوں کے درمیان بھلائی خوب پھلتی پھولتی ہے۔

۲۔اسلامی گفتار و کردار: دوسری بات جو نوجوانوں کے لیے ضروری ہے وہ یہ ہے کہ وہ یہ ثابت کرکے دکھائیں کہ وہ صرف گفتار کے غازی نہیں ہیں بلکہ ان کا کردار بھی اسلامی تعلیمات کے عین مطابق ہے۔لوگ ان کی زبان اور ہاتھ سے محفوظ رہیں۔لوگوں کی جب ان پر نظر پڑے تو انہیں ان میں اسلام کی جیتی جاگتی تصویر نظر آئے۔اور اس طرح وہ زمین پر اسلامی معاشرے کے قیام کا ذریعہ ووسیلہ بن جائیں۔

۳۔صلاحیتوں میں نکھار: ہمارے نوجوانوں سے یہ بھی مطلوب ہے کہ وہ اپنی صلاحیتوں کو نکھاریں اور تخصصی علم اور خاص ریفریشر کورسز کے واسطے سے اپنی توانائی میں اضافے کی کوشش کریں۔تاکہ ارشاد باری تعالیٰ: اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِىْ خَلَقَ (سورہ العلق:۱) (اپنے اس رب کے نام سے پڑھو جس نے تمہیں پیدا کیا۔) کی عملی تصویر نظر آئیں۔جسے اپنے فن یعنی میڈیکل، فارمیسی، کیمسٹری، انجینئرنگ، فزکس، جیولوجی وغیرہ میں مہارت حاصل ہوجائے وہ امت محمدیہ کی خدمت کرے اور چاہیے کہ وہ ان فنون کے ساتھ ہی اللہ کی معرفت اور اس کا ڈر وخوف بھی اپنے دل میں پیدا کریں۔

۴۔قول وفعل سے بھلائی کی اشاعت: نوجوانوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کی خاطر قول وفعل میں ماڈرن ٹیکنولوجی کے وسائل وذرائع اختیار کرکے بھلائی کی خوب نشر واشاعت کریں۔ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اسے چاہیے کہ وہ یا تو بھلی بات کہے ورنہ خاموشی اختیار کرے۔'' لہٰذا اے نوجوانو! ایسی باتوں کی نشر واشاعت کرو جن سے اللہ راضی ہو نہ کہ ان کی جو اس کی ناراضگی کا سبب بن جائیں۔

۵۔دوسروں کی بھلائی کی کوشش: نوجوانوں کی اہم ذمہ داری ہے کہ وہ حکمت ودانائی، نرمی وبردباری سے دوسروں کی اصلاح کی کوشش کریں۔جو اصلاح کے کام کا پابند اور جس کے اندر دعوتی جذبہ پیدا ہوجاتا ہے وہ اپنے دوست یا ساتھی کو فساد وگمراہی کے گڑھے میں گرتے ہوئے نہیں دیکھ سکتا بلکہ اس کے پاس اللہ تعالیٰ تک رہنمائی کرنے اور اس سے قریب کرنے کی جتنی بھی حکمت ودانائی ، سمجھ بوجھ کی صلاحیت ہے اس کو بروئے کار لاتا ہے۔ اسے اس ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے مہمیز اور ترغیب ملتی ہے: ''اللہ تعالیٰ تمہارے ذریعہ ایک آدمی کو بھی ہدایت دے دے تو یہ تمہارے لیے دنیا ومافیہا سے بہتر ہے۔''

اس طرح اگر نوجوانوں کا مستقبل سنوارنے کی کوشش کی جائے گی اور انہیں بہترین تعلیم وتربیت سے آراستہ وپیراستہ کیا جائے گا۔انہیں انحراف وبے راہ روی سے باز رکھنے کے لیے اپنا اپنا کردار ادا کیا جائے گا تو ان کی بدولت نہ صرف ایک اچھا وممتاز سماج ومعاشرہ تشکیل پائے گا بلکہ ملک وملت کے لیے وہ ہمیشہ سودمند اور خیر وبھلائی کے پیامبر ثابت ہوں گے۔اچھا ماحول تیار ہوگا اور آنے والی نسلوں کے لیے اسوہ ونمونہ بنیں گے۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی ذمہ داریوں کو سمجھنے پھر انہیں بخوبی ادا کرنے کی توفیق بخشے۔آمین یارب العلمین

☆☆☆

پندرہ روزہ جریدہ ترجمان دہلی

وحی الٰہی اور معاندین اسلام کی ریشہ دوانیاں

مولانا عزیز احمد مدنی
استاذ المعہد العالی للتخصص فی الدراسات الاسلامیہ، اہل حدیث کمپلیکس، نئی دہلی

اسلام ایک امن پسند، انسانیت نواز آفاقی مذہب ہے۔ مالک کائنات کا پسندیدہ اور برحق دین ہے۔اس دین کا ایک آئین اور دستور ہے۔جسے وحی الٰہی اور قرآن کریم سے موسوم کیا جاتا ہے۔یہ کتاب الٰہی اور کلام الٰہی ہے۔پیغمبر اسلام، خاتم النبیین محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک اہم معجزہ ہے۔جسے اللہ رب العالمین نے آپ کو عطا فرمایا۔یہ کلام الٰہی ایسا معجز نما کلام ہے جس کے سامنے فصحاء وبلغاء عرب درماندہ ٹھہرے، یہ کتاب دنیائے انسانیت کے لئے ہدایت کا سرچشمہ اور موعظت وبصیرت کا بہترین مرقع اور ذریعہ ہے۔ارشادی باری تعالیٰ ہے۔وَمَا هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ (القلم:۵۲) نیز فرمایا:شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ (البقرہ:۱۸۵)

یہ وہ وحی الٰہی اور کلام الٰہی ہے جسے جبرئیل امین علیہ السلام لے کر نازل ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر القا کیا، حرف بحرف پڑھایا، بتایا اور سکھایا قرآن خود ناطق ہے۔اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰى عَلَّمَهٗ شَدِیْدُ الْقُوٰى (النجم:۵) دوسرے مقام پر فرمایا:وَاِنَّهٗ لَتَنْزِیْلُ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِیْنُ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِیْنَ بِلِسَانٍ عَرَبِیٍّ مُّبِیْنٍ (الشعراء:۱۹۲-۱۹۵)

اس کتاب الٰہی اور کلام الٰہی کا حرف حرف صادق اور برحق ہے اس میں رطب ویابس اور تحریف وتبدیل کی قطعاً گنجائش نہیں بلکہ تاقیامت اس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔کیونکہ اس کا ہر ہر حرف اور کلمہ بحفاظت الٰہی محفوظ ومصون ہے۔ رب العالمین خود اس کا محافظ ونگہبان ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے۔اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (الحجر:۹) نیز فرمایا وَاِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِیْزٌ لَّا یَاْتِیْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ تَنْزِیْلٌ مِّنْ حَكِیْمٍ حَمِیْدٍ (فصلت:۴۱-۴۲)

قرآن کی بیان کردہ حقیقت اور اس کی صداقت پر تمام اہل اسلام کا ایمان واذعان ہے۔یہی نہیں بلکہ ہر ملت کا صحیح العقل اور سلیم الفطرت انسان اس کی عظمت وتقدس اور صداقت وحکمت اور خدائی کلام ہونے کا معترف اور شاہد ہے۔قرآن کی فصاحت وبلاغت، سلاست وروانی، اس کی تاثیر سحر آفرینی اور قلب ودماغ کو موہ لینے اور اپنا گرویدہ بنالینے کی بیشتر مثالیں اور داستان کتب سیرت واسلامی تواریخ میں محفوظ ہیں۔بلکہ کتنی داستانیں ایسی ہیں کہ اس کتاب پر تنقیدی نگاہ، ٹیڑھی وترچھی نظر ڈالنے والے منفی سوچ اور غلط ارادے سے اس کتاب کے درپے ہوئے، لیکن وہ خود اس کے اسیر ہوگئے۔ان میں سے بعض بتوفیق الٰہی ہدایت یاب ہوگئے۔اور بعض بارادہ الٰہی اس سعادت سے محروم رہے۔البتہ اس کی حقانیت کے آگے سرتسلیم خم کرنے پر مجبور ہوگئے۔حق فرمایا اللہ سبحانہ نے اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ یَهْدِیْ لِلَّتِیْ هِیَ اَقْوَمُ (الاسراء:۹)

قرآن کریم اغیار کی نظر میں: قرآن کریم کی اس صداقت اور بیان حقیقت کے بعد ایک صحیح العقل اور سلیم الفطرت انسان کے لئے کسی تائید اور اغیار کی شہادت کی چنداں ضرورت نہیں، تاہم ایسے منافق صفت اور آزاد خیال لوگ جن کا ذہن قرآن کے تئیں صاف نہیں ان کی چشم کشائی کے لئے انہیں کے ہم خیال اور ہم مشرب لوگ جو کافی تگ ودو اور بحث وتمحیص کے بعد کسی نتیجہ پر پہونچے ان کے تجربات، اقوال اور نمونے درج کردینا مناسب ہوگا تاکہ ایسے بہکے لوگ ان نماذج سے اپنی دیدہ عبرت وبصیرت سے کام لے سکیں اور قرآنی عظمت کو اپنے سینوں میں بسا کر اس سے محظوظ ہوسکیں اور اعتراف حقیقت کرکے اپنی زبان گنگ وخاموش رکھ سکیں۔ذیل میں چند نمونے پیش کئے جاتے ہیں۔

۱۔جرمنی کی فصیح البیان اسپیکر براؤنز مارگریٹ وانسٹن برلن میں ایک تقریر کرتے ہوئے کہتی ہیں:''اگرچہ تمام مذہبی صحائف خدا کی طرف سے نازل ہوئے۔تاہم صرف قرآن مجید ہی ایسا آسمانی صحیفہ ہے جس میں ذرا بھی ردوبدل نہیں ہوا اور وہ اپنی اصلی شکل میں محفوظ ہے۔''

۲۔سرولیم اپنی کتاب لائف آف محمد میں تحریر کرتے ہیں:''جو قرآن ہمارے پاس آج موجود ہے یہ وہی ہے جو محمد نے دنیا کے سامنے پیش کیا تھا۔ہم نہایت مضبوط قیاسات کی بنا پر کہہ سکتے ہیں کہ ہر ایک آیت جو قرآن میں ہے وہ اصلی ہے۔''

۳۔روس کا مشہور فلاسفر کاونٹ لیوٹالسٹائی اپنی کتاب ''دی لائٹ آف ریلیجین'' میں قرآن مجید کے بارے میں لکھتا ہے۔''قرآن مسلمانوں کی ایک مذہبی کتاب ہے جس کی نسبت ان کا خیال ہے کہ اس کو خدا نے نازل کیا ہے۔یہ کتاب علم انسانی کی رہنمائی کے لئے ایک بہترین رہبر ہے، اس میں تہذیب ہے شائستگی ہے تمدن ہے معاشرت ہے اور اخلاق کی اصلاح کے لئے ہدایت ہے اگر صرف یہ کتاب دنیا کے سامنے ہوتی اور کوئی ریفارمر (مصلح) پیدا نہ ہوتا تو بھی یہ عالم انسانی کی رہنمائی کے لئے کافی تھی۔''

۴۔امریکی مستشرق ر۔ف۔بودلی اپنی کتاب ''حیاۃ الرسول محمد'' میں لکھتا ہے:

''ہمارے سامنے ایک معاصر کتاب ہے جو اپنی اصالت درستگی وسلامتی میں فرید ومنفرد ہے۔یہ کتاب جس طرح نازل ہوئی اسی طرح صحیح اور درست ہے۔اس میں کوئی ادنی شک وشبہ نہیں، یہ کتاب قرآن ہے۔وہ آج بھی اسی طرح ہے جس طرح اسے پہلی مرتبہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نگرانی میں ترتیب دیا گیا۔اس کے مضامین رقعات کھجور کے ڈنٹھل، پتوں اور ہڈیوں پر بڑے غریب انداز میں مدون کئے گئے۔اس کی سورتیں اور اصلی آیات محفوظ ہیں۔''

۵۔ایک مفکر استاذ ''سنالیس'' لکھتا ہے کہ ''قرآن وہ عام قانون ہے جس میں باطل کی کوئی گنجائش نہیں، یہ کتاب ہر زمان ومکان کے لائق وصالح ہے۔اگر مسلمان صحیح معنوں میں اس کتاب کا تمسک کرلیں اور اس کی تعلیمات واحکام پر عمل پیرا ہوجائیں تو سیادت امم ان کے ہاتھ میں ہوگی جیسے ماضی میں رہی۔یا کم ازکم ان کی حالت متمدن اقوام جیسی ہوجائے گی۔''

۶۔ایکس لیوزون فرانسیسی فلاسفر کہتا ہے: ''قرآن ایک روشن اور پرحکمت کتاب ہے۔اس میں کچھ شک نہیں کہ وہ ایسے شخص پر نازل ہوئی جو سچا نبی تھا اور خدا نے اسے بھیجا تھا۔''

۷۔ایک فرانسیسی باحث دکتور موریس لکھتے ہیں: ان القرآن أفضل کتاب اخرجته الصناعة الأزلیة للبشر۔

ان مذکورہ بالا چند حوالہ جات نے یہ حقیقت واضح کردی کہ اغیار بھی جو اسلام کو ناپسند کرتے ہیں وہ بھی قرآن مجید کی صداقت، حقانیت اور اس کے الہامی ہونے اور محفوظ ہونے کو تسلیم کرنے پر مجبور ہیں، حقیقت وہ جادو ہے جو سر چڑھ کر بولتا ہے۔حقیقت خود کو تسلیم کرالیتی ہے۔منوائی نہیں جاتی۔

(ماخوذ ملخصاً: ''قرآن کریم غیر مسلموں کی نظر میں'' مقالہ سعید انظر تانڈوی، والقرآن فی نظر غیر المسلمین از المعراج ڈاٹ کام)

قرآن اور مسلمان سے عداوت کوئی نئی بات نہیں:

اس اعتراف حقیقت کے باوجود کچھ شر پسند عناصر، بیمار ذہنیت اور خبیث طبائع کے حامل اور شکست خوردہ طاقتیں رہ رہ کر نت نئے انداز میں اسلام، پیغمبر اسلام اور دستور اسلام پر ناروا باتیں اور ہرزہ سرائیاں کرتی رہتی ہیں اور چند بے عقل ناعاقبت اندیش زرخرید غلاموں کو اپنا آلۂ کار بنا کر اہل ایمان کی دل آزاری کرکے ان کو مضطرب اور رنجور کرتی رہتی ہیں۔اور ابتلا وآزمائش کی پاٹ میں گھسیٹ کر ان کے صبر کا امتحان لیتی ہیں ان کے جذبات کو مشتعل ومجروح کرتی ہیں اور انھیں برانگیختہ کرکے تماشہ بینی کا ماحول پیدا کرکے احساس ذلت ورسوائی اور قلبی وروحانی تکالیف پہنچانے کی کوشش کرتی ہیں۔

اہل ایمان سے یہود ونصاریٰ اور مشرکین کی ایسی عداوت کوئی نئی نہیں، بلکہ بہت ہی قدیم اور معروف ہے۔قرآن کریم نے ایسے اثبات اور اشارے دیئے ہیں۔ لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا (المائدہ:۸۲)

اسی طرح ان کی اذیت پر صبر وتقوی کی تلقین کی ہے اور اسے عزم الامور سے تعبیر کیا ہے۔وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَذًى كَثِيْرًا وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ (آل عمران:۱۸۶)

رسول اللہ ﷺ کی دعوت اور قرآن کریم کو جھٹلانے، اس پر اعتراض کرنے کی لوگوں کی روش کوئی نئی بات نہیں ہے۔عہد نبوت میں نبی عربی ﷺ پر اور اس کلام الٰہی پر کتنے الزامات اور اتہامات لگائے گئے اور تاحال ایسی ناروا کوششیں اہل باطل اور منافقوں کی طرف سے جاری ہیں اور رہیں گی۔کیونکہ رزم حق وباطل اللہ کی سنت اور اس کا دستور ہے تاکہ اہل حق اور اہل باطل میں تمیز ہوسکے۔اور اہل حق ہدایت الٰہی کے مطابق زندگی گذارنے والے انعام باری کے مستحق بن سکیں۔اور حق نمایاں ہوجائے۔ وَيَمْحُ اللّٰهُ الْبَاطِلَ وَيُحِقُّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ (الشوری:۲۴)

قرآن ایک مقدس اور محفوظ کتاب ہے: یہ بھی ایک روشن حقیقت ہے کہ دنیا میں آج سب سے زیادہ تلاوت کی جانے والی بحث وتحقیق اور مطالعہ کی جانے والی، سینے اور سفینے میں محفوظ کی جانے والی کتاب قرآن کریم ہے۔دنیا کا شاید ہی کوئی خطہ ایسا ہو جہاں اس کتاب کو اپنے سینے میں محفوظ رکھنے والے حفاظ موجود نہ ہوں، خواہ وہ کسی بھی رنگ ونسل کے لوگ ہوں، لیکن کلام الٰہی بلسان عربی مبین ان کے سینے میں محفوظ ہے اور اسی فصیح وبلیغ زبان میں پوری سلاست اور روانی کے ساتھ تلاوت کی جاتی ہے۔یہ قرآن کی عظمت، تقدس، محبوبیت اور اس کے محفوظ ہونے کی بڑی دلیل ہے۔یہ رتبہ اور مرتبہ دنیا کے کسی بھی دین ومذہب کی کسی کتاب کو حاصل نہیں۔یہ ایسا اس لئے ہے کہ یہ کتاب منزل من اللہ ہے۔اس کا نازل کرنے والا اور اس کا محافظ خود اللہ سبحانہ عزوجل ہے۔اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (الحجر:۹)

تاہم اس کتاب پر اعتراض کرنے والے کیچڑ اچھالنے والے کتنے کم ظرف ونادان لوگ آئے اور چلے گئے اور آتے رہیں گے لیکن اس کی عظمت اور وارفتگی پر نہ کوئی حرف آیا اور نہ آئے گا۔ان شاء اللہ۔بلکہ اس کی عظمت اسی قدر دوبالا ہوتی رہے

گی اوراس کی قدرومنزلت میں چار چاند لگتا رہے گا۔ اورلوگ اس کی سحر آفرینی تاثیر سے مسحور ہوکراس کے گرویدہ اوراسیر ہوتے رہیں گے۔ یُرِیۡدُوۡنَ اَنۡ یُّطۡفِـُٔوۡا نُوۡرَ اللّٰهِ بِاَفۡوَاهِهِمۡ وَيَاۡبَى اللّٰهُ اِلَّاۤ اَنۡ يُّتِمَّ نُوۡرَهٗ وَلَوۡ كَرِهَ الۡكٰفِرُوۡنَ (التوبہ:۳۲)

فانوس بن کے جس کی حفاظت ہوا کرے
وہ شمع کیا بجھے جسے روشن خدا کرے

کتاب اللہ کے خلاف ایک سازش اور مسلم عمائدین کا ردعمل: وطن عزیز ہندوستان میں بھی یہاں کے مسلمانوں کو ذہنی کرب واذیت میں مبتلا کرنے کی خاطر وقتاً فوقتاً ایسی منصوبہ بند سازشیں کچھ شرپسند اورانتہا پسند عناصر کی طرف سے ہوتی رہتی ہیں۔ لیکن بڑا استعجاب اور انتہائی قلق واضطراب اس وقت ہوتا ہے جب ایسی لعین اور بیہودہ حرکت کسی فرسودہ ذہن، اسلامی نام اوراسلام سے وابستگی کا دم بھرنے والے آزاد خیال، نام نہاد مسلمان سے کلام الٰہی کی بابت سرزد ہوتا ہے۔ ایسی ہفوات ان کے ذہن سے نکلنے لگتے ہیں، تو بھلا بتائیں ان میں کون سا اسلام پایا جاتا ہے ایسے شخص کا اسلام سے کیا واسطہ اور ناطہ رہ جاتا ہے؟ اسے معلوم نہیں کہ قرآن کلام اللہ اور وحی الٰہی ہے۔ اس کا ایک ایک حرف اور کلمہ حق وبرحق ہے اس کی بابت کسی قسم کا تردد اور شک، حذف واضافہ کا تصور محو اسلام ناقض دین وایمان ہے۔ ایسا شخص ملعون ہے۔ ملت اسلام سے خارج ہے۔ کیونکہ اس کا ایمان کلام الٰہی وحی الٰہی پر درست نہیں، تو پھر اللہ اور اس کے رسول پر ایمان کیونکر درست ہوسکتا ہے، ایمانیات کی کڑیاں ایک دوسرے سے مربوط وملزوم ہیں ایک کا نقض دوسرے کے نقض کو مستلزم ہے۔

ابھی چند ایام پیشتر شہر لکھنؤ کے ایک خانوادے کے ایک ضعیف العقل اور خسیس النفس شخص کے حوالہ سے سوشل میڈیا پر غلیظ باتیں نشر ہوئی ہیں، اس مردود نے ایک تیر سے دوشکار کرنے کی ناپاک کوشش کی ہے۔ ان میں سے ایک یہ کہ اس نے مقدس کتاب قرآن کریم کے حوالہ سے عدالت عظمٰی میں ایک پٹیشن دائر کی ہے اور قرآن مجید سے چھبیس آیات حذف کرنے کی سفارش کی ہے۔ (اس کی یہ پٹیشن جرمانہ کے ساتھ عدالت عظمٰی سے خارج ہوچکی ہے) اس کا الزام ہے کہ یہ آیتیں آتنک واد اور دہشت گردی کو بڑھاوا دیتی ہیں۔ اور دوسرے اس نے نبی ﷺ کے برگزیدہ اصحاب جن کے عہد میں قرآن کریم کی تدوین ہوئی بالخصوص خلفاء ثلاثہ ابوبکر وعمر وعثمان رضی اللہ عنہم پر ان آیات کے اضافہ کی تہمت لگائی ہے اور ان کے حق میں اپنی زبان طعن دراز کی ہے۔

اس کے ذہن سے یہ ہرزہ سرائی کوئی نئی بات نہیں ہے۔ بلکہ ماضی قریب میں اہل حق مسلمانوں کی بابت اس کی زہرافشانیاں بہت ہیں۔ بابری مسجد کے قضیہ میں ہندوانتہا پسند تنظیم کی وکالت کرتا ہے۔ تو کبھی اسلامی مدارس کو مقفل کرنے کا مشورہ حکومت وقت کو دیتا ہے۔ اور کبھی اسلامی تشخصات اور تعلیمات پر قدغن لگانے وغیرہ جیسی باتیں کرتا ہے اور حد ہوگئی کہ اب وہ قرآن جیسی مقدس مذہبی کتاب پر اپنا آپا کھو بیٹھا۔ اس کی ان حرکات سے اس کی مسلم دشمنی آشکارا ہوتی ہے قرآن پر اس کی اس دریدہ دہنی پر اپنے اور پرائے سب نالاں ہیں، ایک ادنی ایمان کا حامل مسلمان اس پر چیخ پڑا، ملت کے عمائدین اور مختلف مکاتب فکر کے زعماء اور تنظیموں کے سربراہان وذمہ داران تڑپ اٹھے، برادران وطن کے سنجیدہ اور مثبت فکر کے حامل دانشوران بھی اس کرب کو محسوس کر بیٹھے اور سبھوں نے اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کیا، حکومت سے اس کی گرفتاری کا مطالبہ کیا تاکہ ایسے فتنے کی سرکوبی کی جاسکے اور ملک میں امن وامان قائم وبرقرار رہ سکے۔

خوش آئند بات یہ ہے کہ شیعہ کا طبقہ جس سے یہ نادان نسبت رکھتا ہے۔ اس طبقہ کے معتدل ہوش منداور خردمند علماء وزعماء نے بھی قرآن کریم کی بابت اپنے موقف کا اظہار کیا ہے اوراس شخص کی پلید ومذموم حرکت پر سخت انداز میں مذمت کی ہے اور اسے خارج از اسلام قرار دے کر اس سے اظہار براءت کا اعلان کیا ہے۔ گو اس فرقہ کی موثوق مراجع اصلیہ میں قرآن کریم، صحابہ کرام، خلفاء راشدین ثلاثہ رضی اللہ عنہم اور ازواج مطہرات وامہات المومنین رضی اللہ عنہن اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی بابت اور دیگر اسلامی اعتقادات سے متعلق بڑی دل خراش باتیں اور مواد موجود ہیں۔ جنھیں دیکھ کر پڑھ کر اور سن کر صحیح العقیدہ سنی مسلمان کی روح کانپ اٹھتی ہے اور دل بیقرار ہوکر چھلنی ہوجاتا ہے۔ ان حقائق کی توثیق کے لئے دیکھئے۔ (**الکافی فی الاصول والفروع للکلینی وفصل الخطاب فی تحریف کتاب رب الارباب للطبری، ومسالة التقریب بین اهل السنة والشیعه للقفاری، الشیعة والقرآن لاحسان الهی ظهیر**، وشیعہ سنی اختلافات اور صراط مستقیم لمحمد یوسف لدھیانوی وغیرہ)

ناپاک جسارت کے عوامل: اس نے ایسی ناپاک جسارت کیوں کی اور ایسی دریدہ دہنی کا شکار کیوں ہوا، اس کے اسباب وعوامل کیا ہیں اللہ علیم وخبیر ہی کو اس کا صحیح علم ہے۔ یا پھر وہ خود اپنی حقیقت سے آگہی رکھتا ہے۔ البتہ عام انسان جو اس لعین کے احوال واقعی سے ادنی واقفیت رکھتا ہوگا اسے یہ سمجھنے میں ذرا بھی دیر نہ لگے گی کہ اس کی یہ تمام کارستانیاں ہوائے نفس کی بنا پر ہیں۔ اس نے ایسی گھناؤنی سازش محض زود تر گھٹیا سستی شہرت اور سیاسی مقاصد کے حصول کے لئے کی ہے۔ سنی مسلمانوں کے جذبات سے کھیل کر حکومت وقت سے شاباشی لینا، جاہ ومنصب کی

بھیک مانگنا، اپنی فرائض وکارکردگی پر عائد فرد جرم، خرد برد پر پردہ ڈالنا اور اس سے عوام وخواص کی توجہ ہٹانے کے سوا اور کچھ بھی نہیں۔

اس شخص کی خمیر میں آل بیت اظہار سے الفت ومحبت کا ذرا بھی اثر نہیں، اگر کچھ ایسا ہوتا تو وہ قرآن عظیم جیسی مقدس کتاب پر اپنی زبان کھولنے سے قبل سو بار سوچتا، کیونکہ آل بیت رسول میں علی بن ابی طالب، عباس بن عبدالمطلب اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم جیسے جلیل القدر صحابہ ہیں جن کی موجودگی میں قرآن کا نزول ہوا، اس کی تدوین ہوئی۔ یہ صحابہ رضی اللہ عنہم قرآن اور قرآنی معارف کا گنجینہ رہے ہیں۔ علیؓ **باب مدینة العلم** تھے تو ابن عباسؓ حبر الامۃ تھے۔ ان میں سے کسی کو بھی ان آیات اور کلام الٰہی کے بارے میں ایسا کچھ نظر نہ آیا جو ہفوات اس نے بکے ہیں۔ علی رضی اللہ عنہ خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے ایام خلافت میں ان کے مشیر خاص رہے۔ اور ان کے بعد وہ خود خلافت کے والی اور تقریباً پانچ سال رہے۔ لیکن ایسا خیال ان میں سے کسی کے دل میں نہ آیا۔ قرآن اور خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم پر ایسے اتہامات لگا کر اس نے علی المرتضیٰؓ اور آل بیت رسول کی بھی توہین کر ڈالی۔ العیاذ باللہ

درحقیقت اس نے اپنے اس عمل سے اپنے طبقہ کے متشدد لوگوں کی خوشنودی اور ان میں سرفرازی کی تمنا کا خواہاں تھا، کیونکہ اس نے قرآن پر اپنی راگ الاپ کر اہل سنت پر وہ تیر وتفنگ چلائے ہیں جو برسوں سے بعض کے میان میں محفوظ زنگ آلود ہو رہے تھے۔ اور برملا اظہار کرنے کی جرأت کوئی نہیں کرتا تھا، لیکن اس کی اپنی یہ تدبیر الٹی پڑ گئی اور وہ خود اپنی برادری کے لعن طعن سے بھی مصون نہ رہ سکا۔

قرآن میں تحریف ممکن نہیں: قرآن کریم ہر طرح کی تحریف وتبدیل سے پاک اپنی اصل شکل میں آج بھی محفوظ وموجود ہے۔ تا قیامت اس میں تحریف وتبدیل ممکن نہیں، تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع واتفاق ہے۔ اس بات کی تائید وتوثیق کے لئے قرآن کی شہادت کافی ہے جس کا ذکر مذکورہ سطور میں کیا جا چکا ہے۔ یہ شخص قرآن کی عظمت کو اپنے سینہ میں بٹھا کر ان ۲۶ آیات کو کم از کم خلوص سے پڑھنے اور دیدہ عبرت سے نگاہ ڈالنے اور کچھ بغور سمجھنے کی کوشش کرتا تو ایسی خطا کا مرتکب کبھی نہ ہوتا۔ لیکن وائے افسوس اہل حق اہل سنت سے بغض وعناد اور حسد، دنیاوی حرص وطمع اور سستی شہرت کے خمار نے اسے کہیں کا نہ چھوڑا۔ وہ دنیا میں لئیم وذلیل اور آخرت میں اللہ کے عذاب الیم کا اپنے کو مستحق بنا بیٹھا۔

مقام صحابہ: رہی بات صحابہ کرام کی عظمت واحترام اور رتبہ ومقام کی، تو یہ بات ذہن نشین ہونی چاہیے کہ صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت گاہ کے پروردہ، دین حق کے اعلی اور روشن مینار تھے۔ انبیاء علیہم السلام کے بعد مخلوق میں سب سے بہتر اور امت کے سب سے برتر اور برگزیدہ نفوس تھے۔ بالخصوص خلفاء راشدین جنھیں راشدین ومہدیین کے لقب سے نوازا گیا، اور جن کی اتباع وپیروی کو راہ نجات بتایا گیا۔ رضی اللہ عنہم جمیعا۔ ان کی توصیف ومنقبت کے لئے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی ذیل کی عبادت خردمندوں کے لئے کافی ہے۔

ومن نظر في سيرة القوم بعلم بصيرة، وما من الله عليهم من الفضائل علم يقينا أنهم خيرا الخلق بعدالانبياء، لاكان ولايكون مثلهم، وأنهم الصفوة من قرون هذه الأمة التي هي خير الأمم وأكرمها على الله.

وقال ايضا: اهل السنة والجماعة يؤمنون أن الخليفة بعد رسول الله ابوبكر ثم عمر ثم عثمان ثم علي، ومن طعن في خلافه أحد من هولاء فهو أضل من حمار اهله (شرح العقيدة الواسطية للفوزان ١٥٢،١٤٦)

لمحۂ فکریہ: آج مسلم معاشرہ اور افراد میں دین سے دوری، بیزاری، اور آزاد خیالی کا چلن عام ہے وہ اس لئے کہ ہمارا معاشرہ دینی واخلاقی تعلیم وتربیت سے عاری، دور اور کوتاہ ہوتا چلا جا رہا ہے جس کے بموجب کچھ ناخلف اولاد وافراد پیدا ہو رہے ہیں جو قوم وملت کے لئے باعث ننگ وعار ہوتے ہیں۔ اس جانب توجہ کی شدید ضرورت ہے۔ اگر معاشرے میں کہیں کچھ اچھے اثرات موجود بھی ہیں تو اس پر غلو آمیز تصوف، رافضیت اور باطنیت کا رنگ غالب ہے۔ جس نے اسلام کی صاف شفاف شبیہ کو مسخ کر کے مصنوعی اسلام کو عوام الناس کی جھولی میں ڈال دیا ہے اور رائج کر رکھا ہے کتاب وسنت اور سلف صالحین کے طریق سے انسجام کمزور اور متروک ہوتا جا رہا ہے۔ مسلم قائدین اور عمائدین ملت کی آپسی چپقلش اور مسلکی منافرت اور فروعی اختلافات نے ملت کا شیرازہ ایسا بکھیر دیا ہے کہ معمولی اختلاف اور ادنی مسئلہ پر تکفیر وتفسیق کی تلواریں اٹھ جاتی ہیں جسے دیکھ اور محسوس کر کے انتہا پسند معاندین ومخالفین کے حوصلے بلند ہوتے ہیں اور اسلام ومسلمان اور دین ووطن کے خلاف ریشہ دوانیوں کا موقع بآسانی ہاتھ لگ جاتا ہے۔ اور مسلمان تختہ دار ورسن کا مشق بنتا رہتا ہے۔ کاش مسلمان اپنے گرد وپیش پر غور کرتے آپسی منافرت ختم کر کے ترحم کا جذبہ پیدا کرتے، تقوی وللہیت اور اعتصام بحبل اللہ کی بنیاد پر وحدت کی بنا ڈالتے اور معاشرہ میں دین حق کی اساسی تعلیمات سنت رسول اللہ ﷺ کی روشنی میں رائج وثابت کرتے اور معبود حقیقی سے خلوص سے رجوع کرتے۔ تو یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ (آل عمران: ۱۳۹) میں کئے گئے پیام وعدہ حق کا مستحق آج کا مسلمان بھی بن سکتا ہے۔ رب ذوالجلال ہم سب کو توفیق بخشے اور ہر طرح کے شر فتنہ اور ریشہ دوانیوں سے محفوظ رکھے۔ آمین

☆☆☆

پندرہ روزہ جریدہ ترجمان دہلی

دعوت الی اللہ کے فضائل اور داعی کے اوصاف

ابوعدنان سعید الرحمٰن بن نور العین سنابلی

دعوت الی اللہ ایک متہم بالشان عمل اور انبیائی مشن ہے۔ اس کائنات میں جس قدر انبیائے کرام مبعوث ہوئے، سب کا اولین فریضہ دعوت الی اللہ ہی کا تھا۔ تمام انبیائے کرام نے اس فریضہ کی ادائیگی بھی کی اور دعوتی کاز کی انجام دہی میں مصائب وآلام بھی برداشت کیا۔ دعوت الی اللہ لوگوں کو ان کے معبود کی طرف بلانے، انہیں اپنے معبود حقیقی سے رشتہ جوڑنے، ان کے معبود برحق کو جاننے، مبادیات اسلام سے روشناس کرانے، ایمان کے ارکان اور اسلام کی بنیادوں سے مطلع کرانے، اسلامی تعلیمات پر گامزن کرنے اور اسلامی احکامات کو اپنی زندگی میں نافذ کرنے کا نام ہے۔ دعوت الی اللہ کی انجام دہی سے جہاں ہم اپنے فرائض کی ادائیگی کرتے ہیں وہیں ہم اپنے دامن مراد کو نیکیوں سے بھرتے ہیں۔

دعوت الی اللہ لوگوں کو صرف نیکیوں کو طرف بلانے کا نام نہیں، بلکہ معاشرے میں پھیلی برائیوں، اسلام مخالف رسم و رواج، بے حیائیوں اور فحاشیوں کے خلاف لوگوں کو متنبہ کرنے اور ان سے باز رہنے کی تلقین کا نام بھی ہے۔ جہاں دعوت الیٰ اللہ کے لئے امر بالمعروف ضروری ہے، وہیں ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم نہی عن المنکر کا بھی فریضہ انجام دیں۔ نہی عن المنکر (برائیوں سے روکنے) کا عمل ہم صرف اس وجہ سے نہیں ترک کرسکتے کہ اس سے کسی کی دل آزادی ہوتی ہے کیونکہ ایک داعی کا مطمح نظر یہ ہوتا ہے کہ لوگ سیدھی راہ پر گامزن ہوجائیں، عقائد وعبادات، معاملات و اخلاقیات اور زندگی کے دوسرے گوشوں کو اسلامی تعلیمات کے مطابق استوار کرلیں۔

دعوت وارشاد الی اللہ کے تعلق سے ہمیں یہ بات ہمیشہ ملحوظ رکھنی ہے کہ دعوت الی اللہ میں داعی تبھی کامیاب ہوسکتا ہے جبکہ وہ دعوت کے اصول وضوابط اور اسس ونہج سے واقف ہو۔ اگر داعی دعوت کے اسس ومبادیات سے واقف نہ ہو تو پھر وہ زندگی بھر دعوت کا کام انجام دیتا رہے، اسے خاطر خواہ کامیابی نہیں مل سکتی۔ مثال کے طور پر دعوت تدریج اور ترتیب کی متقاضی ہے۔ مثال کے طور پر آپ دعوت کا فریضہ انجام دے رہے ہیں تو آپ کا زور سب سے پہلے اصلاح عقائد پر ہو۔ عقیدے کی درستگی کو پہلا ہدف اور مقصد بنائیں۔ اس کے بعد یکبارگی اسلامی احکامات کے بارے میں مدعو کو مکلّف نہ کریں بلکہ ایک ماہر ڈاکٹر کی طرح آہستہ آہستہ اس کے نفس کو خوگر بنائیں کہ وہ اسلامی احکامات کو بتدریج اخذ کرنے لگے۔ یہی وہ بصیرت وحکمت ہے جسے اپنی دعوت میں برتنے کا اللہ واحد نے حکم دیا ہے۔

یہاں ہم دعوت کے ایسے ہی کچھ اصول ومبادی کے تعلق سے تذکرہ کرنے جارہے ہیں تاکہ ہم اس الٰہی فریضے کو راست طریقے سے انجام دے سکیں اور ہماری دعوت ثمر آور ہو۔

دعوت الی الله ایک الٰهی فریضه: دعوت الی اللہ ایک انبیائی مشن ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کائنات میں مسند احمد میں ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی روایت کے مطابق کم وبیش ایک لاکھ سے زائد انبیائے کرام اور تین سو تیرہ رسل مبعوث کئے ہیں۔ تمام انبیائے کرام کو یہی مشن دے کر مبعوث کیا کہ وہ اپنی قوم کو ایک معبود برحق کی عبادت کی دعوت دیں اور انہیں معبودانِ باطلہ کی پرستش سے باز رہنے کی تلقین کریں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''وَمَآ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِكَ مِنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا نُوۡحِىۡۤ اِلَيۡهِ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعۡبُدُوۡنِ'' (سورۃ الأنبیاء/۲۵) یعنی آپ سے پہلے ہم نے جتنے رسول بھیجے، سب کی طرف ہم نے یہی وحی نازل کی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور میری ہی عبادت کرو۔

اللہ تعالیٰ نے دعوت الی اللہ کے بارے میں واضح طور پر فرمایا ہے: ''وَلۡتَكُنۡ مِّنۡكُمۡ اُمَّةٌ يَّدۡعُوۡنَ اِلَى الۡخَيۡرِ وَيَاۡمُرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَيَنۡهَوۡنَ عَنِ الۡمُنۡكَرِ‌ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ'' (سورہ آل عمران: ۱۰۴) یعنی تم میں ایک گروہ ایسا ہونا چاہئے جو لوگوں کو خیر وبھلائی کی دعوت دے اور برائی سے روکے اور یہی لوگ سرخرو ہیں۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ''ولتکن'' امر کا صیغہ استعمال کیا ہے جو وجوب پر دلالت کرتا ہے۔ لہذا اس آیت کریمہ کی رو سے دعوت الیٰ اللہ کا عمل واجب قرار پاتا ہے جس کی ادائیگی امت محمدیہ کے ایک گروہ پر ضروری ہوگی۔

ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''وَالۡمُؤۡمِنُوۡنَ وَالۡمُؤۡمِنٰتُ بَعۡضُهُمۡ اَوۡلِيَآءُ بَعۡضٍ‌ۘ يَاۡمُرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَيَنۡهَوۡنَ عَنِ الۡمُنۡكَرِ وَيُقِيۡمُوۡنَ الصَّلٰوةَ'' (التوبہ: ۷۱) یعنی مومن مرد اور مومن عورتیں باہم ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ وہ بھلائیوں کا حکم دیتے ہیں، برائیوں سے روکتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں۔

اس آیت کریمہ میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضہ انجام دینے والے کو مومن کہا گیا ہے گویا کہ اگر کوئی اس فریضے کی ادائیگی نہیں کرتا ہے تو اس کا ایمان کامل نہیں ہوسکتا ہے۔ اس آیت کریمہ کی رو سے بھی مسلمانوں کے لئے دعوت الی اللہ کا کام ضروری قرار پاتا ہے۔ اگر وہ اس فریضہ سے پہلوتہی اختیار کرتے ہیں تو آثم اور گنہگار رہوں گے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کے اندر بنواسرائیل پر انبیائے کرام کی لعنتوں کا ایک سبب یہ بیان کیا ہے کہ انہوں نے نہی عن المنکر کا فریضہ چھوڑ دیا اور اس سے تہی داماں ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''لُعِنَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا مِنۡۢ بَنِىۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيۡسَى ابۡنِ مَرۡيَمَ‌ ؕ ذٰ لِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوۡا يَعۡتَدُوۡنَ

كَـانُـوْا لَايَتَـنَـاهَـوْنَ عَنْ مُّنكَرٍ فَعَلُوْهُ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ"(سورہ مائدہ :۷۸-۷۹) یعنی بنواسرائیل میں سے جنہوں نے کفر کیا ہے، ان پر داود اور عیسی بن مریم علیہما السلام کی زبانی لعنت بھیجی گئی ہے کیونکہ انہوں نے گناہ کے کام انجام دیئے اور وہ حد سے تجاوز کیا کرتے تھے، وہ لوگ جن برائیوں کو انجام دیا کرتے تھے ان سے باز نہیں آتے تھے، وہ لوگ بہت برے کام انجام دیا کرتے تھے۔

اسی معنیٰ کی ایک دوسری آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:"فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖٓ اَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوْٓءِ وَاَخَذْنَا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا بِعَذَابٍۭ بَئِيْسٍۭ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ" (سورہ اعراف:۱۶۵) یعنی جب انہوں نے وہ چیزیں فراموش کردیا جن کی انہیں تذکیر (نصیحت) کی گئی تھی تو ہم نے انہیں نجات دے دی جنہوں نے برائیوں سے روکا اور ظلم کرنے والوں کو دردناک عذاب میں ان کے فسق وفجور کی وجہ سے مبتلا کیا۔

آپ غور کریں کہ نہی عن المنکر کا فریضہ چھوڑنا کتنا عظیم گناہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نجات کو اس پر منحصر کیا ہے کہ اگر کوئی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیتا ہے تو گویا کہ وہ نجات یافتگان میں سے ہے لیکن اگر وہ نہی عن المنکر کا مقدس فریضہ انجام نہیں دیتا ہے بلکہ دیوث صفت بن کر برائیوں کو اپنے اردگرد ہوتے دیکھتا ہے تو گرچہ وہ پارسائی کا چوغا زیب تن کئے ہو، ہلاکت اس کا مقدر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں مسلمانوں کو فارمولہ دیا ہے اور کہا ہے:" وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ" (المائدہ:۲) یعنی نیکی اور تقویٰ کے کاموں پر ایک دوسرے کی معاونت کرو اور برائی و سرکشی کے کاموں پر معاونت نہ کرو۔

اس آیت کریمہ کے رو سے بھی خیر و بھلائی اور نیکی و اچھائی کی دعوت دینا ضروری ہے اور اس سے سستی و کاہلی برتنا غضب الٰہی کو دعوت دینا ہوگا اور خود کو ہلاکت و بربادی میں ڈالنا ہوگا۔

اسی طرح سے احادیث مبارکہ میں بھی دعوت الی اللہ کو ایک فریضہ بتایا گیا ہے۔ اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف حدیثوں میں اس امر پر زور دیا ہے کہ ہر انسان اپنی بساط کے مطابق دعوتی کاز کو انجام دے اور جہاں اللہ کی حرمتوں کی پامالی ہو وہاں خاموش تماشائی نہ بنا رہے۔ حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"والذی نفسی بیدہ لتأمرن بالمعروف ولتنهون عن المنكر أو ليوشكن الله أن يبعث عليكم عقابا من عنده ثم لتدعنه فلايستجيب لكم"، یعنی قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ تم لوگ بھلائی کے کاموں کی ترویج کرو اور برائی کے کاموں سے روکو، ورنہ اللہ تعالیٰ اپنے پاس سے عذاب نازل فرمائے گا جس کا اثر یہ ہوگا کہ تم لوگ اس سے دعا کروگے اور وہ تمہاری دعاؤں کو قبول نہیں کرے گا۔(مسند احمد بسند صحیح)

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:"من رأى منكم منكرا فليغيره بيده، فان لم يستطع فبلسانه، فان لم يستطع فبقلبه و ذلک أضعف الايمان" یعنی تم میں سے جب کوئی شخص کسی برائی کو دیکھے تو اپنے ہاتھ سے اسے ازالے کی کوشش کرے، اگر اس کی طاقت نہ ہو تو اسے زبان سے برا کہے اور اس کی بھی طاقت نہ ہو تو اسے دل میں برا جانے اور یہ ایمان کا سب سے کمزور پہلو ہے۔

سابقہ تمام قرآنی آیتوں اور احادیث نبویہ سے اس بات کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ دعوت الی اللہ کا فریضہ فرض ہے اور اس سے پہلوتہی برتنا اور اس انبیائی مشن میں سستی و کاہلی کا مظاہرہ کرنا سنگین جرم ہے۔ ہاں، علمائے امت نے اس مسئلے میں یہ تفصیل بتائی ہے کہ دعوت الی اللہ انبیائے کرام اور رسل عظام کے حق میں واجب و فرض تھا۔ اسی طرح سے علمائے کرام جو شریعت کا گہرا علم رکھتے ہوں، اس کے اسرار و رموز سے واقف ہوں، اسلامی احکامات پر انہیں دسترس حاصل ہو، منہیات سے آگاہ ہوں، ان پر بھی دعوتی کام واجب اور ضروری ہے۔

رہا مسئلہ دعوتی کاز میں ایک دوسرے کی مدد اور معاونت کا تو اس سلسلے میں علمائے کرام کہتے ہیں کہ یہ فرض کفایہ ہے۔ اگر معاشرے کے چند افراد اس کام کو انجام دے رہے ہوں تو باقی تمام لوگوں کی طرف سے کافی ہوگا لیکن اگر باہمی تعاون و تناصح اور خیر و بھلائی کے حکم اور برائی سے روکنے کا یہ فریضہ معاشرہ کا کوئی فرد ادا نہ کر رہا ہو تو پھر تمام افراد گنہگار ہوں گے۔

دعوت کے اہداف و مقاصد: دعوت الی اللہ ایک عظیم کام ہے، اس عمل کی طرح سے اس کے اہداف و مقاصد بھی بہت ہی عظیم ہیں۔

۱۔حق کی اشاعت اور ترویج: دعوتی کاز کا اولین مقصد یہ ہے کہ لوگوں کے سامنے ہم اپنی دعوت کے ذریعہ حق کو واضح کرتے ہیں اور معاشرہ میں حق کی ترویج و اشاعت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا ہے:"يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ"(سورہ مائدہ:۶۷)

اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ فرمایا:"وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ"(سورہ النحل:۴۴)

۲۔لوگوں کو انبیائی دعوت کو قبول کرنے اور اس کے موافق اپنے عمل و کردار کو ڈھالنے کی تلقین: دعوت میں حق بات کی اشاعت کے ساتھ ساتھ لوگوں کو اس بات کی تلقین کی جاتی ہے کہ وہ انبیائی دعوت کو اپنی زندگی کا سرمایہ مان لیں اور اپنے شب و روز کو ان کے بتائے ہوئے طریقے پر ڈھال لیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:"وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ" (سورہ النحل:۳۶)

انبیائے کرام کی دعوت کا خلاصہ اور لب لباب قرآن کی زبانی یہ تھا: "اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ"(سورہ اعراف:۷۳)

گویا ہم جب لوگوں کے بیچ دعوت کا کام انجام دیتے ہیں تو ہماری خواہش ہوتی

ہے کہ انبیائے کرام نے جس چیز کی دعوت دی لوگ اس کے پابند ہوجائیں اور اسے اپنے لئے حرز جاں بنالیں۔

۳۔ نیک افراد کو بشارت دینا اور برے لوگوں کو انجام بد سے ڈرانا: ایک داعی جب لوگوں کے بیچ میں جاتا ہے تو انہیں بتاتا ہے کہ اگر وہ اللہ کے بتائے ہوئے راستے پر چلیں گے تو انہیں کس قدر خیر و بھلائی اور ثواب حاصل ہوگا۔ اس کے برعکس اگر وہ اللہ کی شریعت سے انحراف کرتا ہے تو آخرت میں ملنے والی سزا سے آگاہ کرتا ہے۔ دعوت کے اہداف میں سے یہ اہم مقاصد ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں انبیائے کرام کے تعلق سے بتایا ہے کہ انہیں بشارت دینے اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ”وما نرسل المرسلين الا مبشرين و منذرين“

خاتم النبین جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں فرمایا ہے: ”إن مَثَلي ومَثَل ما بعثني الله به كمثل رجل أتى قومه فقال: يا قوم، إني رأيتُ الجيش بعيني، وإني أنا النذير العُريان، فالنجاء، فأطاعه طائفة من قومه فأدلجوا، فانطلقوا على مهلتهم، وكذَّبتْ طائفة منهم فأصبحوا مكانهم فصبَّحهم الجيش فأهلكهم واجتاحهم، فذلك مثل من أطاعني واتَّبَع ما جئتُ به، ومثل من عصاني وكذب ما جئتُ به من الحق“ یعنی میری مثال اور اللہ نے جو کچھ دے کر مجھے بھیجا اس کی مثال اس آدمی کی طرح ہے جو اپنی قوم کے پاس آیا اور کہنے لگا: ”اے میری قوم! میں نے اپنی آنکھوں سے لشکر دیکھا ہے اور میں ننگا ڈرانے والا ہوں (پہلے زمانے میں لوگ دشمن سے ڈرانے کے لئے چیخنے چلانے کے ساتھ کپڑے بھی اتار دیتے تھے، ان سے تشبیہ دی ہے۔) سو تم بچ جاؤ، اس کی قوم میں سے ایک گروہ نے اس کا کہنا مان لیا، وہ رات کے پہلے حصے ہی میں چل پڑے اور آرام سے چلتے ہوئے بچ نکلے اور ایک گروہ نے اسے جھٹلا دیا اور صبح تک اسی جگہ رہے۔ صبح کے وقت لشکر نے ان پر حملہ کیا اور انہیں ہلاک اور نیست و نابود کر دیا، سو یہ مثال ہے اس شخص کی جس نے میری اطاعت کی اور جو کچھ میں لے کر آیا ہوں اس کی پیروی کی اور اس کی جس نے میری نافرمانی کی اور اس حق کو جھٹلا دیا جو لے کر میں آیا ہوں۔“ (متفق علیہ)

۴۔ انسانی نفوس کی اصلاح اور تزکیہ: دعوت کے اہم مقاصد میں انسانی نفوس کا تزکیہ و اصلاح بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ”هُوَ الَّذِىْ بَعَثَ فِى الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلاً مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ “ (سورہ الجمعہ:۲)

۵۔ اتمام حجت: دعوت کے اہداف و مقاصد میں سے ایک اہم مقصد اتمام حجت بھی ہے تاکہ لوگ موت کے بعد جب اللہ کے حضور پیش ہوں تو یہ عذر نہ پیش کرسکیں کہ تیرے احکامات و پیغامات ہم تک پہنچے نہیں۔ اللہ کے نیک بندوں نے اس فریضہ کی انجام دہی نہیں کی جس کی وجہ سے ہم ان چیزوں سے نابلد رہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ”رُسُلاً مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا “ (سورہ النساء:۱۶۵)

اس عمل کی انجام دہی رسولوں کے بعد ان کے متبعین کے سر عائد ہوتی ہے۔ فرمان الٰہی ہے: ”قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِىْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِىْ “ سورہ یوسف ۱۰۸)

نیز فرمایا ”وَلَوْ اَنَّآ اَهْلَكْنٰهُمْ بِعَذَابٍ مِّنْ قَبْلِهٖ لَقَالُوْا رَبَّنَا لَوْلَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّذِلَّ وَنَخْزٰى“ (سورہ طہ:۱۳۴)

یہ دعوت کے کچھ اہم اہداف و مقاصد ہیں جس سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ دعوتی امور کی انجام دہی پر کیوں اس قدر زور دیا گیا ہے۔

دعوت الی اللہ کے فضائل: قرآن و احادیث کے ذخیرے میں دعوت الی اللہ اور اس کے انجام دینے والوں کی مختلف فضیلتیں وارد ہیں۔

۱۔ داعیان دین کی دعوت سب سے عمدہ گفتگو ہوتی ہے: اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے: ”وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِىْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ“ (سورہ فصلت:۳۳)

۲۔ دعاۃ کے ہاتھوں راہ راست پر گامزن لوگوں کے مساوی اجر و ثواب رہتی دنیا تک حاصل ہوتا رہے گا: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ”من دعا الى هدى كان له من الأجر مثل أجور من اتبعه لا ينقص ذلك من أجورهم شيئا“ یعنی جو شخص کسی کو اچھائی کی طرف بلاتا ہے تو اسے اتنا ہی اجر و ثواب حاصل ہوگا جتنا کہ اس کی پیروی کرنے والے والوں کو حاصل ہوگا اور ان کے اجر و ثواب میں سے کچھ بھی کمی نہیں کی جائے گی۔

۳۔ دعاۃ الی اللہ اس امت کے سب سے بہترین لوگ ہیں: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ”كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ “ (سورہ آل عمران:۱۱۰) یعنی تم بہترین امت ہو لوگوں کے لئے برپا کئے گئے ہو، لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتے ہو، برائی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

۴- دعاۃ الی اللہ دنیا و آخرت ہر دو جہاں میں سرخرو اور کامیاب ہیں: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْن “ (سورہ آل عمران:۱۰۴) یعنی تم میں ایک گروہ ایسا ہونا چاہئے جو لوگوں کو خیر و بھلائی کی دعوت دے اور برائی سے روکے اور یہی لوگ سرخرو ہیں۔

۵- دعاۃ کے ساتھ اللہ تبارک و تعالیٰ خصوصی رحم و کرم کا معاملہ کرے گا: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ”وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ“

(سورہ توبہ:۷۱) یعنی مومن مرد اور مومن عورتیں باہم ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ وہ بھلائیوں کا حکم دیتے ہیں، برائیوں سے روکتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں۔ ان پر اللہ تعالیٰ رحم وکرم کا معاملہ کرے گا۔ بے شک اللہ غالب حکمت والا ہے۔

دعوت الی اللہ کے ارکان: دعوت الی اللہ کے تین ارکان ہیں: (۱) داعی (۲) مدعو (۳) مدعوالیہ

داعی: اگر ہم داعی کی بات کریں تو یہی وہ فرد ہوتا ہے جو دعوت کا کام انجام دیتا ہے۔ داعی کے لئے بھی کچھ آداب ہیں جن کی پاس داری ہر اس انسان پر ضروری ہے جو اس فریضہ کی انجام دہی کرنا چاہتا ہو۔ داعی کے لئے ضروری بعض آداب درج ذیل ہیں:

(۱) علم وعمل کا پیکر ہو: داعی کے لئے ضروری ہے کہ وہ علم وعمل دونوں سے آراستہ ہو۔ اگر وہ لاعلم ہے تو پھر دعوت کا فریضہ انجام نہیں دے سکتا اور اگر جانکار ہے لیکن عمل کے میدان میں کورا ہے تو پھر اس کی دعوت نتیجہ خیز نہیں ہوگی۔ اگر داعی علم و عمل سے آراستہ وپیراستہ ہوگا تو بصیرت کی بنیاد پر دعوت کا کام انجام دے سکتا ہے جس کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔ اللہ کا فرمان ہے: "قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ" (سورہ یوسف ۱۰۸)

(۲) دعوت کے آداب واصول اور قواعد وضوابط سے واقف ہو تاکہ اس کی دعوت نتیجہ خیز ہو سکے: آپ نے دیکھا ہوگا کہ بہت سارے لوگ دعوت کے میدان میں کام کرتے ہیں لیکن ان کی دعوت نتیجہ خیز نہیں ہوتی ہے، وجہ یہ ہوتی ہے کہ یہ لوگ اپنی دعوت میں ان اصولوں اور بنیادوں کو نہیں برتتے ہیں جو کامیاب داعی کے لئے ضروری ہیں بلکہ منمانے ڈھنگ سے اس کام کی انجام دہی کرتے ہیں جس کی وجہ سے ان کی دعوت بہت ساری مصیبتوں کا پیش خیمہ بھی بن جاتی ہے اور ان کی دعوت ثمر آور بھی نہیں ہوتی ہے۔

(۳) لوگوں کی حالتوں اور اپنے معاشرہ کے احوال سے واقف ہو: ایک کامیاب داعی کے لئے ضروری ہے کہ وہ لوگوں کے اندر پائی جانے والی برائیوں سے باخبر ہو، نیز جس معاشرہ میں دعوت کا کام انجام دے رہا ہے اس معاشرہ کے احوال و کوائف سے بھی مطلع ہو کیونکہ جب تک ڈاکٹر بیماری کی تشخیص نہیں کر لیتا وہ مناسب علاج نہیں کر سکتا ہے۔ اسی طرح سے ایک داعی جب تک اپنے مدعوئین کے تعلق سے یہ نہیں جانے گا کہ ان کے عقائد میں کیا نقص ہے، کن عبادتوں میں کوتاہی کے شکار ہیں، وہ کون سے معاملات ہیں جن میں شرعی احکامات کی مخالفت کرتے ہیں، اخلاقی طور سے ان میں کون کون سی خرابیاں پائی جاتی ہیں وغیرہ وغیرہ تب تک وہ مناسب طور پر دعوت کا فریضہ انجام نہیں دے سکتے ہیں۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کا گورنر بنا کر بھیجا تو ان کی حالت کی رعایت کرتے ہوئے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ سب سے پہلے انہیں تعلیم دیں کہ وہ اللہ واحد پر ایمان لائیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بحیثیت نبی اور رسول تسلیم کریں۔

اس کے برعکس جب آپ ایسے لوگوں کے بیچ دعوت کا کام کرنے جائیں گے جو اللہ پر ایمان رکھتے ہوں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بحیثیت رسول اور نبی تسلیم کرتے ہوں تو انہیں سب سے پہلے ایمان باللہ والرسول کی دعوت بے معنیٰ ہوگی بلکہ انہیں دعوت اس چیز کی دی جائے گی جس چیز میں وہ کمزور اور کوتاہ ہوں گے۔

(۴) دعوت کے لئے غلط اسباب وعوامل کا استعمال درست نہیں ہے: کوئی داعی اگر چاہے کہ وہ حق کے پرچار یا پرسار کے لئے باطل طریقے کو اپنائے یا اسے استعمال کرے تو ایسا کرنا درست نہیں ہوگا۔ بہت معروف ہے کہ پرانے زمانے میں لوگوں کو نیک کاموں پر ابھارنے اور انہیں اعمال صالحہ کی ترغیب کے لئے حدیثیں گڑھا کرتے تھے اور جب ان سے اس بابت پوچھا جاتا تو کہا کرتے تھے کہ ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے حدیثیں گڑھتے ہیں، آپ کے خلاف حدیثیں نہیں گڑھتے ہیں۔ اس کے باوجود علمائے امت نے متفقہ طور پر اس عمل کو باطل قرار دیا ہے اور ایسا کرنے والے کو آثم اور گنہگار قرار دیا ہے۔

اس کی مثال موجودہ وقت میں یہ دے سکتے ہیں کہ بہت سارے لوگ غلو آمیز منظوم حمد، نعت، نظم، قوالی وغیرہ کلاموں میں میوزک اور موسیقی کا استعمال کرتے ہیں اور اس میں والدین کی اطاعت، نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت، نماز پڑھنے کی تاکید، اسلامی واقعات کا تذکرہ وغیرہ ہوتا ہے لیکن دعوت کے مقصد سے موسیقی کا استعمال بہر حال درست نہیں کیونکہ ہر طرح کی موسیقی کو مذہب اسلام میں حرام قرار دیا گیا ہے۔

(۵) داعی کے لئے ضروری ہے کہ وہ معاشرہ میں اٹھتا بیٹھتا ہو اور معاشرے کے احوال سے واقف ہو: کامیاب داعی کی شان یہ ہوتی ہے کہ وہ معاشرہ میں رہتا ہے اور معاشرہ کے لوگوں سے اچھا تعلق استوار رکھتا ہے۔ آرام وآسائش یا شاہانہ زندگی نہیں گزارتا ہے بلکہ وہ مدعوئین کے ہمراہ ہی رہتا ہے کیونکہ اس کا تعلق مدعوئین کے ساتھ جس قدر خوش گوار ہوگا، اسی قدر لوگ اس کی دعوت کو قبول کریں گے اور اس کی دعوت کی طرف متوجہ ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اسی بات کا حکم دیتے ہوئے فرمایا ہے: "وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ" (سورہ کہف:۲۸) یعنی

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: " المسلم الذی یخالط الناس ویصبر علی أذاھم خیر من المسلم الذی لا یخالط الناس ولا یصبر علی أذاھم" یعنی وہ مسلمان جو لوگوں کے بیچ رہتا ہے اور ان کے مصائب پر صبر کا مظاہرہ کرتا ہے، اس مسلم سے بہتر ہے جو مسلمان کے بیچ نہیں رہتا اور ان کے آلام ومصائب کو برداشت نہیں کرتا ہے۔

(۶) داعی کو چاہئے کہ وہ مدعو کی ہدایت کا خواہاں ہو: ایک سچا داعی وہ ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں پر کڑھتا ہے اور جب لوگوں کو شریعت اسلامیہ سے برگشتہ دیکھتا ہے تو ان کی ہدایت کے لئے تگ ودو کرتا ہے۔ وہ صرف دعوت کا کام کرنے ہی کو اپنے

لئے کافی نہیں سمجھتا بلکہ رات کی تاریکیوں میں مدعوئین کی اصلاح اور راہ راست پر ان کے گامزن ہونے کے تعلق سے دعائیں کرتا ہے اور ان کی ہدایت وتوفیق کے لئے ہرممکنہ کوششیں کرتا ہے۔قرآن پاک میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی حالت بتائی گئی ہے کہ وہ دعوت کا کام ہی انجام نہیں دیتے تھے بلکہ اس بات کے لئے کوشاں رہا کرتے تھے کہ لوگ اللہ کو ایک مان لیں، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا آخری نبی تسلیم کرلیں اور اپنی دنیا وآخرت سدھار لیں۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا:’’لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ‘‘(سورہ توبہ:۱۲۸)

(۷) دعوت کی راہ میں پیش آمدہ مشکلات ومصائب کو خندہ پیشانی کے ساتھ برداشت کیا جائے: دعوت کی راہ بہت صبر آزما ہے۔اس راہ میں کانٹے ہی کانٹے ملیں گے کیونکہ لوگوں کے جن رسم ورواج کے خلاف آپ آواز بلند کریں گے، انہیں وہ کبھی باپ دادا کا واسطہ دے کر تو کبھی دوسرے حیلے وبہانے کرکے چھوڑنے کے لئے جلدی آمادہ نہیں ہوں گے۔یہی وجہ ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب پہلی بار دعوت کا حکم دیا گیا تو اس میں صبر کی بھی تلقین کی گئی۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا:’’يٰٓاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ وَ الرُّجْزَ فَاهْجُرْ وَ لَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ وَ لِرَبِّكَ فَاصْبِرْ ‘‘(المدثر:۱-۷)

لہٰذا داعی کے لئے ضروری ہے کہ وہ صبر کا پیکر ہو۔اس لئے کہ دعوت کی راہ میں مختلف طریقوں سے اس کی آزمائش ہوگی۔کبھی اس کا بائیکاٹ ہوگا، کبھی جسمانی اذیت دی جائے گی، کبھی دروغ گوئی کا الزام لگے گا تو کبھی گالی گلوچ کا سامنا ہوگا اور یہ ستم نبیوں پر بھی آزمائے گئے جیسا کہ ورقہ بن نوفل کے پاس جب خدیجہ رضی اللہ عنہا نبی آخر الزماں جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر پہنچیں تو انہوں نے خواہش ظاہر کی کہ کاش میں اس وقت زندہ ہوتا جب آپ کو آپ کی قوم اپنے ملک سے نکال دے گی۔اس پر تعجب کرتے ہوئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا تھا کہ کیا میری قوم مجھے اپنے شہر سے نکال دے گی؟ اس موقع پر ورقہ نے کہا تھا: لم يات رجل بمثل ما جئت به الا عودی یعنی جس پیغام کو لے کر آپ کھڑا ہوئے ہیں، اس پیغام کو لے کر جو بھی آیا ہے، اس کے ساتھ اس کی قوم نے معاندانہ رویہ رکھا ہے۔

(۸) داعی کو چاہئے کہ اپنے دعوتی عمل پر اجر وثواب کی امید رکھے، دنیاوی مال و منال نہیں: ایک سچا پکا داعی وہ ہے جو کہ اپنے دعوتی کاز پر اللہ تعالیٰ سے اجر وثواب کی امید رکھتا ہے۔وہ اپنی دعوت پر دنیاوی مال ومنال نہیں حاصل کرتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:’’قُلْ مَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ ‘‘(سورہ ص:۸۶)

جب ایک داعی اپنی دعوت پر اجر وثواب کی امید رکھے گا اور دنیاوی اغراض و مقاصد وابستہ نہیں کرے گا تو کوئی اسے متہم نہیں کرسکتا۔اللہ تعالیٰ نے اسی وجہ سے نبیوں کو تعلیم دیا تھا کہ وہ کہیں:’’وَمَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ‘‘(سورہ الشعراء:۱۶۴)

جب نبیوں کی یہ سنت رہی ہے کہ وہ دعوت کے ذریعہ اجر وثواب کی امید رکھتے تھے تو ان کے بعد جو لوگ اس فریضے کی انجام دہی کرتے ہیں، انہیں بھی انبیائے کرام کی پیروی اور اقتداء کرنی چاہئے تاکہ لوگوں کو ان کے تعلق سے بدظنی نہ ہو اور ان کی دعوت زیادہ سے زیادہ موثر ہوسکے۔

(۹) ہروقت اور ہرحال میں دعوت کا کام انجام دیا جائے: ایک کامیاب داعی کی زندگی دعوت سے عبارت ہوتی ہے۔وہ چلتے پھرتے بس ایک ہی چیز سوچتا ہے کہ لوگوں کو کس طرح سے راہ راست کی دعوت دی جائے اور انہیں اللہ کے احکامات سنائے جائیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمودات سے روشناس کرایا جائے۔انبیائے کرام کی زندگیوں کا مطالعہ کرتے ہیں تو یہ بات مترشح ہوتی ہے کہ وہ سکھ دکھ ہرحال میں دعوتی کام کو انجام دیا کرتے تھے اور اس سلسلے میں کبھی بھی کوتاہی نہیں کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کو بیان کرتے ہوئے کہا ہے:’’قال ربی انی دعوت قومی لیلا و نهارا‘‘

یوسف علیہ السلام قید ومشقت کی صعوبتیں جھیل رہے ہوتے ہیں لیکن دعوت کا کام وہاں بھی انجام دیتے رہے اور اس فکر میں سرگرداں رہے کہ کسی طرح سے خلقِ الٰہی کو راہ راست کی دعوت دی جائے۔چنانچہ اپنے جیل کے ساتھیوں کو ’’یاصاحبی السجن‘‘ کہہ کر مخاطب کرتے ہیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا مشاہدہ کریں تو معلوم چلے گا کہ آپ کی زندگی کا ایک ایک لمحہ میدان جنگ میں ہو کہ امن وسکون کے حالات میں، تنگی کی حالت ہو کہ تونگری کا عالم، سفر وحضر، لیٹے بیٹھے، چلتے پھرتے ہر لمحہ دعوت الی اللہ کی سوچتے اور صحابہ کرامؓ کو اس کی ترغیب دیتے۔

عمومی طور پر آج کل دعوتی کاموں کے لئے بڑا بڑا اسٹیج سجایا جاتا ہے، پنڈال، مائک، پبلک وغیرہ کو ضروری سمجھ لیا گیا ہے، کانفرنسیں، جلسے، سیمپوزیم وغیرہ ہی کو دعوت کے لئے کافی وشافی سمجھ لیا گیا ہے جو کہ ہماری کج فہمی اور کوتاہ مغزی کا ثبوت ہے کیونکہ دعوت کا نہ تو کوئی وقت متعین ہے اور نہ کوئی علاقہ بلکہ داعی ہروقت، ہرلمحہ اور ہردقیقہ دعوت کا کام انجام دیتا ہے۔

(۱۰) دعوت کا کام دوام چاہتا ہے، اگرچہ اسے کوئی قبول نہ کرے: ایک داعی کو ہمیشہ نوح علیہ السلام کی زندگی کو اپنے لئے آئیڈیل بنانا چاہئے کہ انہوں نے سال دو سال نہیں بلکہ مسلسل ساڑھے نوسو سال اپنی قوم کو اللہ کی عبادت کی دعوت دی لیکن اس کا خاطرخواہ نتیجہ نہیں ہوا۔اگر ہمارا مقصد لوگوں کی اصلاح ہوگی تو ہم کبھی بھی کبیدہ خاطر نہیں ہوں گے اور اس بات پر دل کو ملول نہیں ہونے دیں گے کہ لوگ ہماری دعوت پر کان نہیں دھر رہے ہیں کیونکہ ہم دعوتی کاموں کو انجام دینے کے مکلّف ہیں، دعوت کو ثمرآور بنانا اللہ کا کام ہے۔امام نووی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ داعی کے محض اس خیال سے کہ اس کی دعوت مفید نہیں ہورہی ہے، اس سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ساقط نہیں ہوگا بلکہ اسے مسلسل اپنے کام کو انجام دینے کی ضرورت ہے۔

اس لئے کہ نصیحت مومنوں کو نفع دیتی ہے اور ایک داعی کا کام امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا کام انجام دینا ہے، لوگوں سے قبول کرانا اس کے ذمہ نہیں ہے۔ (شرح مسلم)

داعی کی صفات: سابقہ سطور میں ہم نے دیکھا کہ ایک داعی کے لئے کون کون سی چیزیں ضروری ہیں۔ اب ہم درج ذیل سطور میں یہ جاننے کی کوشش کریں گے کہ ایک داعی کے لئے کن اخلاق وآداب اور صفات سے آراستہ و پیراستہ ہونا ضروری ہے تاکہ اس کی شخصیت لوگوں کی نظروں میں بھی محبوب ہو سکے اور لوگ اس کی دعوت قبول کر سکیں۔ نیز وہ شخص اللہ کی نظر میں بھی محبوب اور پیارا ہو:

(۱) اخلاص: ہمیں معلوم ہے کہ اخلاص کے بغیر کوئی بھی عمل ہوا کارت اور بے کار ہے۔ لہٰذا ایک داعی کے لئے ضروری ہے کہ وہ دعوت کا کام خالص اللہ کے لئے انجام دے، اس کا مقصد ریا و نمود یا داعی کہلانا نہ ہو۔

(۲) اللہ سے اس کا تعلق مضبوط ہو: ایک داعی کے لئے ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ سے اس کا رشتہ انتہائی پختہ اور بے حد مضبوط ہو اور اللہ سے داعی کا رشتہ فرائض کی ادائیگی، نوافل کے بکثرت اہتمام اور ہر حال میں اللہ کی طرف رجوع کر کے مضبوط اور پختہ ہو سکتا ہے۔

(۳) دعوت کے لئے لازمی علوم سے آراستہ ہو: ایک داعی کے لئے ضروری ہے کہ وہ ان علوم وفنون سے واقف ہو جن سے ایک داعی کا آراستہ ہونا ضروری ہے جیسا کہ کتاب وسنت اور ان کے متعلقہ علوم سے آگاہ ہو اور کسی بھی چیز کو سیکھنے کا حد درجہ حریص ہو۔ اسی طرح سے ایک داعی جب کچھ سیکھتا ہے تو سب سے پہلے اسے اپنی زندگی میں برتتا ہے اور اس پر عمل کرتا ہے اور یہی اس کے علم کی زکوٰۃ بھی ہے۔ اگر کوئی بہت بڑا عالم ہے لیکن اپنے علم کے مقتضیٰ پر عمل نہیں کرتا ہے تو گویا وہ اس گدھے کے مثل ہے جس پر کتابوں کا گٹھر ہو۔

(۴) داعی صاحب ورع وتقویٰ ہو: ایک داعی مدعوئین کے لئے اسوہ اور نمونہ ہوتا ہے۔ مدعوئین داعی کے عمل وکردار اور اس کے اخلاق پر نظر رکھتے ہیں۔ لہٰذا ایک داعی کے لئے ضروری ہے کہ وہ صاحب ورع وتقویٰ ہو۔ وہ خلاف مروءت کاموں سے بچتا ہو اور پرہیزگار رہو۔ حرام کاموں سے دور رہتا ہو۔ اگر کوئی داعی ایسا بن جاتا ہے تو مدعوئین پر اس کا گہرا اثر پڑے گا اور پھر لوگ اس کی باتوں کو مانیں گے۔

(۵) داعی کو چاہئے کہ وہ نو وارد اور پیش آمدہ مسائل میں باہمی مشورہ کرے: داعی کے اندر خاکساری ہوتی ہے۔ وہ ہمیشہ متواضع ہوتا ہے۔ دعوتی کام ہو یا زندگی سے متعلق دوسرا کوئی کام، وہ ہمیشہ ہر کام کو باہمی مشورے سے انجام دیتا ہے۔ باہمی مشورہ کی انسانی زندگی پر بہت ساری برکتیں ہیں اور اس کے بہتر اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ اس صورت میں خیالات انسان کے سامنے آتے ہیں اور ان پر گفت وشنید کر کے انسان سب سے موزوں مشورے کو اختیار کرتا ہے اور ایسی صورت میں خطا کا امکان بہت ہی کم باقی رہتا ہے۔

(۶) امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے کام کی انجام دہی میں جلدی کرے: داعی کو چاہئے کہ وہ دعوت کے کاموں میں سستی اور کوتاہی کو کبھی اپنے پاس نہ پھٹکنے دے بلکہ وہ دعوت کے کاموں میں مبادرت کرے اور اس کی خواہش ہو کہ اس کے سامنے کوئی خلاف شرع کام ہو رہا ہو تو اس پر فوراً قدغن لگایا جائے اور اس خلاف شرع کام کی انجام دہی کا سلسلہ زیادہ دراز نہ ہو۔ اس لئے کہ ایک داعی اگر کسی خلاف شرع کام کی انجام دہی پر خاموشی اختیار کر لیتا ہے تو بسا اوقات لوگ اس غلط کام کے لئے دلیل بنا لیتے ہیں یا پھر کوئی ایسا شخص جو وہاں اس وقت ہوتا ہے لیکن بروقت اس غلط کام پر انکار نہ کرنے کی وجہ سے اسے معلوم نہیں ہو پاتا کہ داعی نے اس سے روکا ہے اور پھر اپنے بستی، قریہ یا علاقہ میں جا کر کہتا ہے کہ فلاں داعی کے سامنے یہ کام کیا گیا لیکن انہوں نے منع نہیں کیا، اس کا مطلب یہ کہ اس میں کوئی قباحت نہیں ہے۔

(۷) فہم وفراست اور طلاقت لسانی: داعی کے لئے ضروری ہے کہ وہ تیز طرار ذہن و دماغ کا مالک ہو کیونکہ دعوت کے میدان میں مدعوئین کی جانب سے طرح طرح کے سوالات کا سامنا اسے کرنا پڑے گا۔ اب اگر داعی ذہین وفطین ہوگا اور زبان میں سلاست اور روانی ہوگی تو مدعوئین کے اعتراضات کا مناسب جواب دے سکتا ہے اور انہیں خاموش کر سکتا ہے لیکن اگر وہ بروقت جواب نہیں دے گا تو یہ اس کی دعوت سے لوگوں کے برگشتہ ہونے اور بدظنی کا سبب بنے گا، اس لئے داعی کو زبان دانی کے ساتھ ساتھ فہم وفراست سے بھی مالا مال ہونا ضروری ہے۔

(۸) داعی عمدہ اخلاق وعادات کا حامل ہو: ایک داعی جو دعوت کے میدان میں ہوتا ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ عمدہ اخلاق وآداب کا حامل ہو۔ وہ صبر وشکیبائی اور جود وسخا کا پیکر ہو، تواضع وخاکساری سے متصف ہو، حلم وبردباری سے آراستہ ہو، عفو ودرگزر اس کی زندگی کا خاصہ ہو، نرمی اور مہربانی اس کی زندگی کا لازمی عنصر ہو، وفائے عہد کا پابند ہو، حیاداری کی مثال ہو، بڑوں کا احترام کرتا ہو اور صاف ستھرا رہتا ہو۔ غرضیکہ جس قدر عمدہ اخلاق ہیں سب سے آراستہ ہو تاکہ لوگ اس کی شخصیت میں کسی طرح کی عیب گیری نہ کر پائیں۔ آپ دیکھیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار مکہ نے شاعر، خبطی، مجنوں، دیوانہ اور نہ جانے کیا کیا کہا لیکن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق اس قدر بلند وبالا تھے کہ آپ کے اخلاق پر انگشت نمائی نہیں کر پائے۔

ہم نے دعوت کے ایک اہم رکن داعی کے واجبات اور صفات کو قدرے تفصیل سے جانا۔ لہٰذا اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہماری دعوت لوگوں پر اثر انداز ہو تو ہمیں ان باتوں کا پاس ولحاظ رکھنا ہوگا۔ اگر ہم ان اصول وآداب کا پاس ولحاظ نہیں رکھیں گے تو پھر زندگی بھر بھی دعوت دیتے رہیں تو ہماری دعوت کا خاطر خواہ فائدہ نہیں ہوگا بلکہ کہیں ہماری دعوت فتنہ وفساد کا سبب بنے گی تو کہیں لوگ ہم سے بدظنی کا شکار ہوں گے۔ اس لئے ہمارے اوپر ضروری ہے کہ ہم بحیثیت داعی اوپر مذکورہ سبھی اصول کو برتنے اور ان پر عمل کرنے کی کوشش کریں تاکہ ہماری دعوت خوب خوب ثمر آور ہو۔ اللہ ہمیں توفیق ارزانی فرمائے۔ آمین۔

☆☆☆

ملک کے متعدد مقامات میں سیلاب سے جانی و مالی نقصانات کا جائزہ

تعاون کی اپیل

ملک کے متعدد مقامات خصوصاً صوبہ مہاراشٹر، مدھیہ پردیش، بہار، یوپی وغیرہ کے بعض اضلاع کے اندر غیر معمولی بارش کی وجہ سے سیلاب کی ابتر صورت حال اور اس کے نتیجہ میں ہونے والے بھاری جانی و مالی نقصانات شدید رنج وغم کا باعث ہیں اور اس مصیبت کی گھڑی میں آپ سبھی سے انسانیت کے ناطے تعاون کی اپیل ہے۔

مصیبت زدہ علاقوں میں سیلاب کے سبب تباہی بڑھتی ہی جارہی ہے، لہٰذا متاثرین صبر وتحمل کا دامن تھامے رہیں اور آپسی بھائی چارہ اور باہمی تعاون کا خاص خیال رکھیں۔ علاوہ ازیں تمام ہمدردان قوم وملت سے بلاتفریق مذہب اپیل کی جاتی ہے کہ وہ مصیبت کی اس گھڑی میں انسانیت کے رشتے کو نبھاتے ہوئے اپنے بھائیوں کی بھرپور امداد کریں۔ اسی طرح صوبائی ومرکزی حکومتوں سے اپیل کی جاتی ہے کہ متاثرین کی راحت رسانی، باز آبادکاری نیز نقصانات کے معاوضہ کے سلسلہ میں مناسب اقدامات کریں۔ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی ترتیب وتنسیق اور تعاون سے صوبائی جمعیت اہل حدیث مہاراشٹر کا ایک وفد سیلاب زدہ علاقوں میں ریلیف کا کام کرکے واپس لوٹا ہے اور اپنی جائزہ رپورٹ میں وہاں مزید تعاون کی سفارش کی ہے۔ صوبائی جمعیت اہل حدیث مہاراشٹر کے ناظم مولانا سرفراز احمد اثری صاحب اور نائب ناظم انجینئر عظمت اللہ صاحب وغیرہ پر مشتمل یہ صوبائی وفد جسے مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے ناظم مالیات اور صوبائی جمعیت اہل حدیث مہاراشٹر کے قائم مقام امیر الحاج وکیل پرویز صاحب کی سربراہی میں روانہ ہونا تھا اور جس کے ایک رکن جناب حنیف انعامدار صاحب خازن صوبائی جمعیت اہل حدیث مہاراشٹر بھی تھے اور یہ دونوں مؤقر ذمہ داران روانگی کے لئے تیار بھی تھے لیکن بروقت چند عوارض پیش آنے کی وجہ سے شریک وفد نہ ہوسکے۔ تاہم الحاج وکیل پرویز صاحب نے اپنے رفقاء کے ساتھ بڑے اہتمام سے وفد کو روانہ کیا اور اس دوران الحاج وکیل پرویز صاحب اور جناب حنیف انعامدار صاحب وفد اور متعلقہ جگہوں کے ذمہ داروں سے برابر رابطے میں رہے۔ فجزاھم اللہ خیرا

مرکزی جمعیت نے مصیبت کی اس گھڑی میں متاثرین کے لیے دعا اور تمام بھائیوں خصوصاً اپنی تمام صوبائی شاخوں کے ذمہ داروں سے ان کی امداد کے لئے اپنے اپنے صوبوں سے بھرپور تعاون کی دوبارہ اپیل کرتی ہے۔ بلاشبہ اتنے بڑے پیمانے پر جان ومال کی تباہی وبربادی، قدرتی نظام کا حصہ ہے اور اس طرح کی آفات ارضی وسماوی، زمین پر بسنے والے ہم انسانوں کے گناہوں کے عام ہوجانے کی وجہ سے بھی آتی ہیں اور اس طرح اللہ تعالیٰ سنبھلنے کے لئے کبھی کبھی اپنی نشانیاں ظاہر کرتا ہے اور اپنے بعض بندوں کو آزماتا ہے لہٰذا اس سے بندوں کو عبرت حاصل کرنی چاہیے اور صبر واحتساب سے کام لینا چاہئے اور عالمی پیمانے پر جہاں بھی لوگ قسم قسم کی پریشانیوں میں مبتلا اور مصیبت زدہ ہیں سب کے لئے اللہ تعالیٰ سے عافیت کی دعا کرنی چاہئے اور تعاون میں جہاں تک ممکن ہو حصہ لینا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ متاثرین کی خصوصی مدد فرمائے اور ہم سب کو ہر طرح کی بلاؤں وبیماریوں سے محفوظ رکھے اور خیر کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی توفیق ارزانی فرمائے۔ آمین

اپیل کنندگان

اصغر علی امام مہدی سلفی، امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

ودیگر ذمہ داران وارا کین

چیک /ڈرافٹ ان ناموں سے بنائیں:

Ahle Hadees Relief Fund
A/c No. 200110100007015
Bombay Mercantile Cooperative Bank LTD
IFSC Code: BMCB0000044
Branch: Darya Ganj, New Delhi

Markazi Jamiat Ahle Hadees Hind
A/c: 629201058685
ICICI Bank (Chandni Chowk Branch)
RTGS/NEFT IFSC Code-ICIC0006292

اسلام اور رفاہی خدمات

مولانا آصف تنویر تیمی

مذہب اسلام نے جس طرح نماز، روزہ، حج اور زکات کے مسائل کو واضح کیا ہے اسی طرح معاشرہ کی بہتری کے اصولوں کو بیان کیا ہے تا کہ اسلامی معاشرہ ہر اعتبار سے خوشگوار اور محبت واخوت سے سرشار ہو۔ معاشرہ کا ہر چھوٹا بڑا کام محض بدلے اور معاوضہ کے نقطہ نظر سے انجام دیا جائے اس کی اسلام حوصلہ افزائی نہیں کرتا۔ بلکہ بہت سارا سماجی کام بلا اجرت اور مزدوری کے ہوتا ہے۔ بلکہ ہر بڑا سماجی عمل آپسی میل جول ہی سے پورا ہوتا ہے۔ اسی لئے اسلام نے اول دن سے باہم اتحاد واتفاق پر زور دیا ہے۔ اور عام فائدے کے کاموں کو ایک دوسرے کے ساتھ مل کر کرنے کی تاکید بھی کی ہے۔ جس کا مقصد معاشرہ کو ایسا بنانا ہے جو قابل رشک ہو۔

موجودہ وقت میں بہت سارے مسلمان رفاہی امور کی انجام دہی میں کوتاہی اختیار کرتے ہیں، ان کے پاس سماج کی فلاح وبہبود کے کاموں کے لئے کوئی وقت نہیں ہوتا، وہ اپنی ذات کے حصار میں اس طرح گھرے ہوتے ہیں کہ کسی اور کی طرف دیکھنے کی انہیں فرصت نہیں ملتی۔ وہ سماج میں رہتے ہوئے سماج کی ضرورتوں سے دور ہوتے ہیں۔ مساجد، مکاتب، مدارس وجامعات، فلاحی اور رفاہی تنظیموں اور جماعتوں، عام افراد کے مسائل اور ان کی پریشانیوں اور ان جیسے دیگر سرگرمیوں سے انہیں کوئی لینا دینا نہیں ہوتا۔ جس کی وجہ سے اسلامی معاشرہ تنزلی اور انحطاط کا شکار ہے۔ بے شمار برائیاں اور بے حیائیاں شہروں اور دیہاتوں میں پنپ رہی ہیں۔

کتاب وسنت اور اسلامی تاریخ وسیرت کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ رفاہی امور کی انجام دہی اسلام کا خاصہ ہے۔ اور اس پر انسان کو دنیا وآخرت میں بڑا اجر وثواب بھی ملتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر نبیوں نے بھی یہ مبارک فریضہ انجام دیا ہے۔ اور صحابہ کرام کی زندگی میں اس قسم کے اعمال کے مختلف نمونے میں موجود ہیں۔ جنہیں پڑھ کر حوصلہ ملتا ہے کہ اس کار خیر میں ہمیں بھی شریک ہونا چاہئے، سماج کے فائدہ کو ہمیں اپنے فائدہ پر فوقیت دینی چاہئے۔

قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے جس طرح ہمیں نماز اور زکات کی فکر ہونی چاہئے اسی طرح دیگر چھوٹی بڑی نیکیوں کا خیال ہونا چاہئے۔ اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ﴾ ’’اور نماز قائم کرو، اور زکاۃ دو اور جو بھلائی بھی تم اپنے لئے آگے بھیجو گے، اسے اللہ کے پاس پاؤ گے، اللہ تمہارے کاموں کو خوب دیکھ رہا ہے‘‘ (البقرۃ:۱۱۰)

اللہ تعالی نے اپنے اوپر، آخرت کے اوپر، فرشتوں کے اوپر، آسمانی کتابوں، اور تمام نبیوں کے اوپر ایمان لانے کے ساتھ ساتھ ایسے امور کی نشاندہی کی ہے جن کا سیدھا تعلق رفاہی کاموں سے ہے۔ اللہ تعالی نے فرمایا: ’’حقیقی معنوں میں نیکی یہ نہیں ہے کہ تم اپنے چہرے مشرق ومغرب کی طرف پھیر لو، بلکہ نیکی تو یہ ہے کہ آدمی ایمان لائے اللہ پر، یوم آخرت پر، فرشتوں پر، قرآن کریم پر، اور تمام انبیاء پر، اور اپنا محبوب مال خرچ کرے، رشتہ داروں پر، یتیموں پر، مسکینوں پر، مسافروں پر، مانگنے والوں پر، اور غلاموں کو آزاد کرانے پر، اور نماز قائم کرے، اور زکاۃ دے، اور جب کوئی عہد کرے تو اسے پورا کرے، اور دکھ اور مصیبت میں اور میدان کارزار میں صبر سے کام لے، یہی لوگ (اپنے قول عمل میں) سچے ہیں، اور یہی لوگ اللہ سے ڈرنے والے ہیں‘‘۔ (البقرۃ:۱۷۷)

انصار صحابہ مختلف خوبیوں سے مالا مال تھے، اللہ تعالی نے ان کے ایمان وایقان اور نیکی کے جذبے کی گواہی دی ہے۔ ان صحابہ کی بے شمار خوبیوں میں سے ایثار وقربانی بھی تھی۔ وہ ہمیشہ اپنی ذات پر دوسروں کو ترجیح دیا کرتے تھے۔ دوسروں کی مصیبت کو دیکھ کر اپنے دکھ درد کو بھول جاتے تھے۔ اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ط وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ ’’اور (وہ مال) ان لوگوں کے لئے ہے، جو مہاجرین مکہ کی آمد سے پہلے ہی مدینہ میں مقیم تھے اور ایمان لا چکے تھے، وہ لوگ مہاجرین سے محبت کرتے ہیں، اور ان مہاجرین کو جو مال غنیمت دیا گیا ہے، اس کے لئے وہ اپنے دلوں میں تنگی اور حسد نہیں محسوس کرتے ہیں۔ اور انہیں اپنے آپ پر ترجیح دیتے ہیں، اگر چہ وہ خود تنگی میں ہوں، اور جو لوگ اپنے نفس کی تنگی اور بخل سے بچا لئے جائیں وہی کامیاب ہونے والے ہیں‘‘۔ (الحشر:۹)

اس آیت کی تفسیر میں معروف معاصر مفسر علامہ ڈاکٹر محمد لقمان سلفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ’’اللہ تعالی نے ان کے دینی بھائیوں، یعنی انصار کو بھی کیا ہی خوب بنایا تھا، اور ایثار وقربانی کے جذبہ سے کیسا نوازا تھا کہ اس نے اس آیت کریمہ میں ان کے ایمان صادق، اپنے مہاجر بھائیوں سے سچی محبت، اور جذبہ ایثار وقربانی کی گواہی دی

اورفرمایا کہ جومومنین دارالہجرت (مدینہ) میں پہلے سے آباد ہیں، اورمہاجرین کی آمد سے پہلے ہی ایمان وایقان کی شمع ان کے دلوں میں روشن ہوچکی ہے، وہ تو اپنے مہاجر بھائیوں سے بڑی محبت کرتے ہیں، اورچاہے مہاجرین کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جو کچھ بھی دے دیا جائے وہ لوگ اپنے دل میں ذرا بھی تنگی نہیں محسوس کرتے ہیں، اوراپنے گھروں میں حاجت اور فاقہ کشی ہونے کے باوجود ہمیشہ یہی چاہتے ہیں کہ ان کے مہاجر بھائی آرام سے رہیں، اوران کے بال بچوں کو تکلیف نہ پہنچے۔اوران کی انہی صفات عالیہ اوراخلاق فاضلہ کی وجہ سے اللہ تعالی نے آیت کے آخر میں فرمایا کہ ان کے دلوں سے مال کی غیرشرعی محبت نکال دی گئی ہے، یہ لوگ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے ذرا بھی نہیں کتراتے، اسی لئے اللہ تعالی نے وعدہ کیا کہ وہ انہیں دونوں جہان کی سعادت ونیک بختی سے نوازے گا''۔تیسیر الرحمٰن لبیان القرآن، صفحہ ۱۵۶۵)

قرآن کریم میں کچھ سنہرے واقعات بھی ہیں جن سے رفاہی کاموں کو جلا ملتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ رفاہی کاموں کی اہمیت وافادیت ہر زمانے میں رہی ہے۔قرآن کریم میں ذوالقرنین، خضراور موسی علیہ السلام کا واقعہ موجود ہے جن کا براہ راست تعلق سماجی اورمعاشرتی کاموں سے ہے۔

اللہ تعالی نے ذوالقرنین سے متعلق فرمایا: ''یہاں تک کہ جب وہ دو پہاڑوں کے درمیان پہنچا، توان کے اندرونی جانب ایسے لوگوں کو پایا جوتقریبا کوئی بات نہیں سمجھتے تھے۔انہوں نے کہا اے ذوالقرنین! بے شک یاجوج ماجوج اس سرزمین پرفساد پھیلاتے ہیں، تو کیا ہم تمہارے لئے کوئی معاوضہ مقرر کردیں تاکہ تم ہمارے اوران کے درمیان ایک دیوار بنادو۔ ذوالقرنین نے کہا، میرے رب نے مجھے جوقدرت دے رکھی ہے وہ (تمہارے معاوضہ سے) بہتر ہے، پس تم لوگ اپنی جسمانی طاقت سے میری مدد کرو، تاکہ میں تمہارے اوران کے درمیان ایک موٹی اور مضبوط دیوار بنادوں۔ مجھے لوہے کی اینٹیں دو، یہاں تک کہ جب دونوں پہاڑوں کے درمیان کا حصہ اوپر تک برابر کردیا، تو کہا کہ اب اس میں آگ دھونکو، جب اسے آگ بنادیا تو کہا کہ مجھے پگھلا ہوا تانبا دوتا کہ اس پرڈال دوں۔ پھریاجوج وماجوج کے افراد نہ اس پر چڑھ سکے اورنہ اس میں سوراخ بنا سکے۔ذوالقرنین نے کہا کہ یہ دیوار میرے رب کی رحمت ہے، پس جب میرے رب کا وعدہ آجائے گا تو اسے ریزہ ریزہ کردے گا، اور میرے رب کا وعدہ برحق ہے''۔(الکہف: ۹۳-۹۸) آیتوں کے ان ترجموں سے یہ بات واضح ہے کہ ذوالقرنین نے یاجوج وماجوج سے بچاؤ کے لئے بلا معاوضہ ایسی موٹی دیوار تعمیر کردی جو اللہ تعالی کے حکم کے بغیر منہدم نہیں ہوسکتی۔ایسے ہی جذبے کی آج مسلمانوں کو ضرورت ہے۔

علامہ ڈاکٹر محمد لقمان سلفی رحمہ اللہ اپنی تفسیر میں ذوالقرنین اور یاجوج وماجوج سے متعلق لکھتے ہیں: ''اللہ تعالی نے اسے فوجی طاقت، مال ودولت، فکر ونظر اورعظیم شہرت ودبدبہ دیا تھا، اور ہر چیز کو حاصل کرنے کا ذریعہ عطا کیا تھا، یعنی علم، طاقت، آلات واسلحہ اور دیگر تمام وسائل اسے مہیا تھے، اور ان تمام وسائل وذرائع کو استعمال کرکے انتہائے مشرق ومغرب تک پہنچ گیا تھا......انتہائے مشرق تک پہنچنے کے بعد اس نے ایک ایسی قوم کو پایا جو تمدن سے بالکل ہی دور ننگ دھڑنگ رہتی تھی، نہ ان کے مکانات تھے، اور نہ وہاں کوئی درخت تھا جو انہیں آفتاب کی تمازت سے بچاتا......ان کی زبان عجیب وغریب تھی، اوران کے اندر سمجھنے کی صلاحیت بھی بہت کم تھی......ان ہی لوگوں نے ذوالقرنین سے کہا کہ دونوں پہاڑوں کے پیچھے یاجوج وماجوج کی قوم رہتی ہے، انہیں جب بھی موقع ملتا ہے، دونوں پہاڑوں کے درمیانی راستہ سے ہماری طرف آجاتے ہیں اورقتل وغارتگری کرتے ہیں اورلوٹ کھسوٹ کے بعد واپس چلے جاتے ہیں......یاجوج وماجوج دوعجمی قوم ہیں۔کہا جاتا ہے کہ وہ لوگ یافث بن نون کی اولاد سے ہیں، اورترکی کے لوگ انہی میں سے ہیں۔بعض کہتے ہیں کہ یاجوج ترکوں میں سے اور ماجوج جیل اور ویلم سے ہے۔بعض لوگوں نے انہیں پست قد اوربعض نے لمبے قد کا بتایا ہے۔بعض محققین کا خیال ہے کہ داغستان کے علاقہ میں کوہ قاف کے پیچھے دوقبیلے رہتے تھے جن کے نام ''آقوق'' اور ''ماقوق'' تھے۔عربوں نے تعریب کے ذریعہ انہیں یاجوج وماجوج بنادیا۔بہت سے دیگر قبائل والے انہیں جانتے تھے اوران کا ذکر اہل کتاب کی کتابوں میں آیا ہے۔انہی دونوں قبیلوں کے کثرت تناسل سے شمال اورمشرق کی قومیں وجود میں آئیں اور روس اور ایشیا کے ممالک میں پھیلتی گئیں''۔(تفصیل کے لئے ملاحظہ کریں، تیسیر الرحمان لبیان القرآن، صفحہ ۸۵۸-۸۶۲)

موسی علیہ السلام کا شہرمدین کے دولڑکیوں کے جانوروں کو پانی پلانا رفاہی کام کی بہتر دلیل ہے۔اللہ تعالی نے اس واقعہ کو بھی ہماری عبرت اورموعظت کے لئے بیان کیا ہے۔اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَآءَ مَدْيَنَ قَالَ عَسٰى رَبِّيٓ اَنْ يَّهْدِيَنِيْ سَوَآءَ السَّبِيْلِ وَلَمَّا وَرَدَ مَآءَ مَدْيَنَ وَجَدَ عَلَيْهِ اُمَّةً مِّنَ النَّاسِ يَسْقُوْنَ وَوَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمُ امْرَاَتَيْنِ تَذُوْدٰنِ قَالَ مَا خَطْبُكُمَا قَالَتَا لَا نَسْقِيْ حَتّٰى يُصْدِرَ الرِّعَآءُ وَاَبُوْنَا شَيْخٌ كَبِيْرٌ فَسَقٰى لَهُمَا ثُمَّ تَوَلّٰٓى اِلَى الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ اِنِّيْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيْرٌ﴾ (القصص: ۲۲-۲۴) ترجمہ: ''اور جب مدین کی طرف روانہ ہوئے تو دل میں کہا، امید ہے کہ میرا رب سیدھی راہ کی طرف میری رہنمائی کرے گا۔اور جب مدین کے کنویں پر پہنچے

تو وہاں لوگوں کی ایک بھیڑ دیکھی جو اپنے جانوروں کو پانی پلا رہی تھی، اور ان سے کچھ فاصلے پر دو عورتوں کو پایا جو اپنی بکریوں کو روک رہی تھیں۔ موسیٰ نے ان سے پوچھا کہ تمہارا کیا معاملہ ہے؟ انہوں نے کہا کہ ہم اپنی بکریوں کو اس سے پہلے پانی نہیں پلا سکیں گے کہ تمام چرواہے اپنی بکریاں ہٹالیں، اور ہمارے باپ بہت بوڑھے آدمی ہیں۔ تو موسیٰ نے ان کی بکریوں کو پانی پلا دیا، پھر مڑ کر سائے میں چلے گئے اور دعا کی کہ میرے رب! اس وقت تو جو خیر بھی میرے لئے بھیج دے، میں اس کا محتاج ہوں''۔ موسیٰ علیہ السلام نے سفر کی تمام تر صعوبت اور تھکاوٹ کے باوجود رفاہی کام سے پہلوتہی اختیار نہ کی بلکہ خود سے پیش قدمی کرتے ہوئے دونوں خاتون کی بکریوں کو بھیڑ میں داخل ہو کر پانی پلایا۔

رفاہی امور کی انجام دہی سے متعلق تیسرا واقعہ بھی موسیٰ علیہ السلام اور خضر کا ہے۔ دونوں سفر میں چلتے چلاتے ایک بستی کے پاس پہنچے بھوک سے نڈھال تھے۔ بستی والوں سے ضیافت کی درخواست کی، کسی نے بھی ضیافت نہ کی، پھر بھی دونوں میں مل کر اس گاؤں میں گرنے والی ایک دیوار کو سیدھی کردی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿فَانْطَلَقَا حَتّٰٓى اِذَآ اَتَيَآ اَهْلَ قَرْيَةِ ِۨ اسْتَطْعَمَآ اَهْلَهَا فَاَبَوْا اَنْ يُّضَيِّفُوْهُمَا فَوَجَدَا فِيْهَا جِدَارًا يُّرِيْدُ اَنْ يَّنْقَضَّ فَاَقَامَهٗ قَالَ لَوْ شِئْتَ لَتَّخَذْتَ عَلَيْهِ اَجْرًا﴾ (الکہف:۷۷) ترجمہ: ''پھر دونوں چل پڑے یہاں تک کہ ایک بستی والوں کے پاس آئے، ان سے کھانا طلب کیا تو انہوں نے دونوں کی میزبانی سے انکار کردیا، پھر اس بستی میں دونوں کو ایک دیوار ملی جو گرنا ہی چاہتی تھی، اس نے اسے سیدھا کردیا، موسیٰ نے کہا، اگر آپ چاہتے تو اس کام کی مزدوری لے لیتے''۔

رفاہی کاموں سے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی متعدد حدیثیں ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر مسلمان کوئی پودا یا بالی لگاتا ہے، اور اس سے پرندہ، انسان یا چوپایا کھاتا ہے تو اس کا بھی ثواب ملتا ہے''۔ (بخاری ومسلم) ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: ''ایک سوار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، اور دائیں بائیں دیکھنے لگا۔ اس موقع پر آپ نے فرمایا: جس کے پاس اضافی سواری ہو وہ دوسرے کو دے، جس کے پاس اضافی کھانا پینا ہو وہ بھی دوسرے کو دے، اور بھی بہت ساری چیزیں آپ نے ذکر کیں، یہاں تک ہم نے سمجھا کہ بچے ہوئے سامان میں ہمارا کوئی حصہ ہی نہیں ہے''۔ (رواہ مسلم) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں نے ایک شخص کو دیکھا وہ جنت میں الٹ پلٹ کر رہا تھا (خوشی کے مارے پھولے نہیں سما رہا تھا)، اس کی وجہ یہ تھی کہ اس نے (دنیا میں) راستہ پر پڑے ایک ایسے درخت کو کاٹا تھا جو لوگوں کو تکلیف پہنچا رہا تھا''۔ (رواہ مسلم) ابودرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا میں روزہ، نماز اور صدقہ سے زیادہ افضل چیز کے بارے میں نہ بتلاؤں، (صحابہ نے کہا) ضرور بتلائیں، پھر آپ نے کہا وہ لوگوں کے مابین مصالحت ہے''۔ (رواہ ابوداود، والترمذی) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہر مسلمان کو صدقہ کرنا چاہئے، صحابہ نے پوچھا: اگر کسی کے پاس کچھ نہ ہو تو کیا کرے، آپ نے کہا: مزدوری کر کے اپنی ذات کو فائدہ پہنچائے اور صدقہ کرے، صحابہ نے پھر پوچھا: اگر کوئی اس کی بھی صلاحیت نہ رکھے تو، آپ نے کہا: کسی مجبور اور بے بس کی مدد کرے۔ مزید کہا: اور کوئی اس کی بھی طاقت نہ رکھتا ہو تو لوگوں کو خیر کے بارے میں بتلائے اور برائی سے روکے، یا کم سے کم شر سے خود رک جائے''۔ (رواہ مسلم)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم بذات خود کعبہ کی تعمیر میں شریک ہوئے۔ نزول وحی کے وقت خدیجہ رضی اللہ عنہ نے آپ کے جن اوصاف وکمالات کا تذکرہ کیا ان میں آپ کی رفاہی خدمات بھی شامل ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس خاتون کی قبر پر تشریف لے گئے جو مسجد میں جھاڑو لگاتی تھی اور جنازہ پڑھی۔

ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ مقرر ہونے کے بعد بھی اپنے گاؤں اور محلّہ کے لوگوں کے جانوروں کا دودھ دوہتے تھے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو اس عورت کے تعاون کے لئے بھیجا جو دردزہ سے کراہ رہی تھی اور علی رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوتے ہوئے بیت المال میں جھاڑو دیتے تھے۔

یہ سارے شواہد یہ بتلاتے ہیں کہ اسلام میں رفاہی کاموں کی اہمیت اور منزلت ہے، اس کا اجر وثواب بھی آدمی کو دنیا وآخرت میں ملتا ہے، اس لئے اگر ایسے کاموں کا موقع ملتا ہے تو آدمی کو پوری نیک نیتی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنی ذمہ داری ادا کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

☆☆☆

مکتبہ ترجمان کی
نصابی کتابیں

چمن اسلام قاعدہ	30/-
چمن اسلام اول	24/-
چمن اسلام دوم	30/-
چمن اسلام سوم	30/-
چمن اسلام چہارم	34/-
چمن اسلام پنجم	40/-
چمن اسلام مکمل سیٹ	188/-

جلیل القدر صحابی وائل بن حجر حضرمی رضی اللہ عنہ

مولانا محفوظ الرحمٰن فیضی، مئوناتھ بھنجن، یوپی

جنوبی عرب کا ملک یمن عہد قدیم میں بلاد عرب کا سب سے زیادہ زرخیز وسیر حاصل اور تہذیب وتمدن کا قدیم ترین مرکز تھا، معین، حمیر اور سبا کی عظیم الشان حکومتیں یہیں تھیں، یہاں اسلام کی دعوت ہجرت مدینہ سے پہلے پہنچ چکی تھی، یمن کے معروف قبیلہ دوس کے رئیس طفیل بن عمرو دوسیؓ مکہ ہی میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے کے بعد حلقہ بگوش اسلام ہوگئے تھے اور آپ کے ذریعہ آپ کے قبیلہ دوس میں اسلام کی اشاعت شروع ہوگئی تھی، نیز بعض دیگر قبائل یمن اشعر وغیرہ میں بھی اسلام کی روشنی پہنچ چکی تھی، پھر صلح حدیبیہ ۶ھ اور فتح مکہ ۸ھ کے بعد رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کے مختلف مناطق واضلاع میں مختلف قبائل کے پاس جو مبلغین ودعاۃ اسلام بھیجے ان کی دعوت وتبلیغ سے وہاں بتدریج اسلام پھیلتا گیا، ظہور اسلام کے وقت یمن ایران کی ساسانی حکومت کے ماتحت تھا، وہاں ایران کا آخری گورنر باذان تھا، وہ بھی ۷ھ میں مسلمان ہوگیا، الغرض نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہی میں، آپ کی وفات سے پہلے بلا کسی خاص مہم جوئی اور معرکہ آرائی کے یمن علم اسلام کے زیر سایہ آ گیا تھا۔

حضرموت: (Hadhramaut) یہ موجودہ یمن کا ایک صوبہ اور اس کے جنوبی خطہ میں بحر عرب کے ساحل پر واقع ہے، یہ ایک نہایت قدیم آبادی ہے، قحطان جو یمن کا پدر اول تھا اس کے بارہ بیٹوں میں سے ایک کا نام ''حضر ماوت'' تھا، اس بنا پر اہل تاریخ یقین کرتے ہیں کہ یہ علاقہ اپنے باشندۂ اول ''حضر ماوت بن قحطان'' کے نام سے منسوب وموسوم ہے، عہد قدیم میں حضرموت تمدنی، سیاسی اور تجارتی حیثیت سے یمن کا ہم پلہ تھا، اہل حضرموت نے مستقل حکومت بھی قائم کرلی تھی جس کی مختصر تاریخ مورخ ابن خلدون نے بیان کی ہے، مورخین عرب کا بیان ہے کہ یہ شاہان حضرموت، شہرت وناموری میں تبابعۂ یمن کے ہم درجہ تھے، ان کا لقب ''عباہل'' ہوتا تھا، عہد اسلام میں حضرموت کا آخری بادشاہ وائل بن حجر تھا، رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جن شاہان عالم کو دعوت نامے بھیجے تھے، ان میں وائل بن حجر کا نام بھی شامل تھا، حضرموت کی زبان حجاز کی زبان سے مختلف تھی، وائل کو جو دعوت نامہ بھیجا گیا تھا وہ حضرموتی الفاظ کی آمیزش کے ساتھ تھا۔ (مستفاد از ''ارض القرآن'' مولفہ مولانا سید سلیمان ندویؒ)

''حضرمی'' اسی حضرموت کی طرف نسبت ہے، وائل بن حجر حضرمیؓ اسی حضرموت کے باشندہ اور حضرت موت کے شاہی خاندان کے فرد تھے، ذیل میں آپ کا مختصر تذکرہ پیش کیا جا رہا ہے، یہ تذکرہ ''الاستیعاب'' لابن عبد البر، ''اسد الغابۃ'' لابن الاثیر الجزری، ''الاصابۃ'' و''تہذیب التہذیب'' لابن حجر، اور ''مرعاۃ شرح مشکاۃ'' (ج ا) سے ماخوذ ہے۔

نام ونسب: آپ کا نام وائل اور والد کا نام حجر ہے اور آپ کی کنیت ابوہنیدہ، یا ابوہند، ہے، مختصر نسب نامہ یہ ہے: وائل بن حجر بن ربیعہ بن وائل بن یعمر الحضرمی، (الاستیعاب والاصابہ وغیرہ)

الاستیعاب اور اسد الغابہ میں ایک دوسرا دراز طویل شجرہ بھی مرقوم ہے یعنی وائل بن حجر بن سعد بن مسروق بن وائل بن ضمعج بن وائل بن ربیعہ بن وائل بن النعمان بن زید بن مالک بن زید الحضرمی۔

خاندانی شرف ووجاہت: آپ کا خاندان حضرموت کا شاہی خاندان ہے، آپ کوئی بدوی اور معمولی آدمی نہیں تھے، بلکہ آپ شاہی خاندان کے باوقار فرد تھے، شاہزادے اور حضرموت کے بادشاہ تھے، **کان ملکا عظیما بحضرموت** (ثقات ابن حبان) آپ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ انتخاب میں تھے، چنانچہ صلح حدیبیہ ۶ھ کے بعد شاہان عالم کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کے لئے جو دعوت نامے بھیجے تھے، ان میں ایک وائل بن حجر کے نام بھی تھا۔

قبول اسلام: آپ نے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت اسلام پاکر اس پر فوراً لبیک کہا اور بلا تاخیر حلقہ بگوش اسلام ہوگئے۔ **بلغته دعوة النبی صلی اللہ علیہ وسلم ....فنہض الیہ مسلما** (ثقات ابن حبان)

خدمت نبوی میں حاضری اور پذیرائی: آپ نے مشرف باسلام ہونے کے بعد غزوۂ تبوک (رجب-رمضان ۹ھ) کے بعد سنۃ الوفود ۹ھ میں خدمت نبویؐ میں حاضری کے لئے، حضرموت سے مدینہ طیبہ کے لئے رخت سفر باندھا، اور پہلی بار ۹ھ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے حضرموت سے مدینہ کے لئے روانگی کی خبر مدینہ پہنچنے سے بہت پہلے ہوگئی تھی، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو وائل بن حجر کے مدینہ پہنچنے سے تین روز قبل ہی آپ کے آنے کے بارے میں خوشخبری سنادی تھی، اور صحابہ کو مطلع کردیا تھا کہ دور دراز سرزمین حضرموت سے وائل بن حجر آرہے ہیں، وہ اللہ اور رسول کی طرف دلی رغبت اور اطاعت کے جذبہ سے سرشار ہوکر آرہے ہیں، وہ ملوک حضرموت کی یادگار ہیں۔

چنانچہ وائل بن حجرؓ جب خدمت نبویؐ میں حاضر ہوئے تو نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی بڑی پذیرائی کی، پرتپاک استقبال کیا، ان کو مرحبا اور خوش آمدید کہا، ان کے بیٹھنے کے لئے اپنی ردائے مبارک بچھادی اور اپنے قریب اپنی بغل میں بٹھایا، اور ان کے لئے اور ان کی اولاد کے لئے برکت کی دعائیں دیں۔ **اللھم بارک فی ولدہ وولد ولدہ** مزید قدردانی وعزت افزائی کے لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت وائلؓ کو اپنے منبر پر بھی بٹھایا۔ **واصعدہ علی منبرہ**

حضرت وائلؓ خدمت نبویؐ میں کتنے روز رہے، مصادر میں اس کا ذکر نہیں ملتا، بہرحال جتنے دن بھی رہے، وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال مبارکہ کا بغور مطالعہ کرتے رہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادات، بطور خاص نماز نبوی کو دیکھتے رہے، اور دین سیکھتے رہے۔ اور کئی روز قیام کے بعد جب وطن واپس جانے لگے، تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ ہی کو سرداران حضرموت پر عامل بنادیا، اور حضرموت میں وسیع قطعہ اراضی آپ کو جاگیر میں دی، اور حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ کو مشایعت کے لئے وائلؓ کے ساتھ کردیا۔ حضرت معاویہؓ یمن تک ان کے ساتھ گئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عطیہ کردہ اراضی ان کی تحویل میں دے کر واپس آئے۔

ان تفصیلات سے بالکل واضح ہے کہ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کتنے ذی عزت ووجاہت اور کس مقام ومرتبہ کے آدمی تھے، اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں آپ کی کتنی قدر ومنزلت تھی، کتنے بدبخت ہیں وہ لوگ جو مذہبی عصبیت میں اس صحابی جلیل سے مروی بعض احادیث کا وزن اور اعتبار گھٹانے کے لئے انھیں بدوی یا کوئی معمولی آدمی کہنے کی گستاخی کرتے ہیں۔

حضرت معاویہ اور حضرت وائل رضی اللہ عنہما:
حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جب حضرت وائلؓ کو رخصت کرنے کے لئے چلے تو وہ اس وقت برہنہ پا اور پیادہ تھے، اور وائل بن حجرؓ اپنی اونٹنی پر سوار چونکہ حضرت وائلؓ شاہی خاندان کے فرد تھے، اور ابھی نئے نئے اسلام لائے تھے، خاندانی خوبو ابھی باقی تھی، اس لئے انھوں نے حضرت معاویہؓ کو سواری پر اپنے ساتھ بٹھانا پسند نہیں کیا، کچھ دور تک تو حضرت معاویہؓ پیادہ چلتے رہے، مگر عرب کی صحرائی گرمی، الامان والحفیظ، جب پاؤں تپتی ہوئی ریت میں جھلسنے لگے، تو حضرت معاویہؓ نے حضرت وائلؓ سے گرمی کی شکایت کی اور کہا مجھے بھی اپنے ساتھ سوار کرلیجئے، مگر حضرت وائل خاندانی شان میں تھے، کہنے لگے تم ان لوگوں میں سے نہیں ہو جو بادشاہوں کے ساتھ سوار ہوسکتے ہو۔ **لست من ارداف الملوک** حضرت معاویہؓ نے عرض کیا اچھا اپنے جوتے ہی دے دیجئے کہ ریت کی گرمی سے بچ جاؤں، مگر انھوں نے اس سے بھی انکار کردیا، اور کہنے لگے تمہارے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ تم میری اونٹنی کا جو سایہ زمین پر پڑ رہا ہے اس پر پاؤں رکھ کر چلتے رہو۔

مختصر یہ کہ حضرت معاویہؓ نے مدینہ سے حضرموت تک کا سارا راستہ برہنہ پا اور پیدل طے کیا۔ ظاہر ہے حضرت معاویہؓ بھی خاندانی اعتبار سے کچھ کم رتبہ نہیں تھے، وہ بھی سردار قریش اور رئیس مکہ کے بیٹے تھے، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی اطاعت میں پیشانی پر کوئی شکن لائے بغیر، برہنہ پا اور پیدل چلتے رہے۔

مگر یہی وائل بن حجرؓ آئندہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس اس وقت آتے ہیں جب وہ خلیفہ بن چکے ہوتے ہیں، تو حضرت معاویہؓ انھیں پہچانتے ہیں اور سارا واقعہ آنکھوں کے سامنے پھر جاتا ہے، وہ انھیں واقعہ یاد بھی دلاتے ہیں۔ **وذکرہ الحدیث** حضرت وائلؓ کو اپنے سابقہ طرز عمل پر افسوس ہوتا ہے، کہتے ہیں کہ کاش میں نے ان کو اس وقت سوار کرلیا ہوتا۔ مگر اس کے باوجود معاویہ رضی اللہ عنہ سب کچھ بھلا کر حضرت وائلؓ کی بھرپور مہمانداری کرتے ہیں، اور ان کے ساتھ انتہائی عزت واکرام کا معاملہ کرتے ہیں۔ لیکن حضرت وائلؓ بھی غیرت مند اور خوددار تھے، انہوں نے بھی حضرت معاویہؓ کے سرکاری ہدایا وعطایا کو قبول کرنے سے شکریہ کے ساتھ معذرت کردی۔

دوبارہ مدینہ آمد: وائل بن حجرؓ برس دن بعد دوبارہ زیارت نبویؐ کے لئے ۱۰ھ میں مدینہ آتے ہیں۔ جبکہ وہاں خود ان کے بیان کے مطابق شدید سردی کا موسم تھا، شاید دسمبر یا جنوری کا مہینہ رہا ہو، یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے گویا صرف چھ سات ماہ پہلے، یہ آمد ہوئی، اور پہلی بار غزوہ تبوک ۹ھ کے بعد گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے کوئی اٹھارہ ماہ پہلے آنا ہوا تھا، امام بخاریؒ فرماتے ہیں: اہل علم کے نزدیک وائل بن حجرؓ کا قصہ مشہور ہے، اور مکرر خدمت نبویؐ میں ان کا آنا معروف ہے۔

آپ سے مروی احادیث: حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت وصحبت میں رہنے کا زیادہ موقعہ نہیں ملا، اس لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی روایت کردہ احادیث کی تعداد زیادہ نہیں ہے، تاہم آپ سے اکہتر (۷۱) حدیثیں مروی ہیں، ان میں چھ مفردات مسلم سے ہیں، بقیہ دیگر کتب احادیث، مسانید وسنن میں مروی ہیں، صحیح بخاری میں آپ سے کوئی روایت نہیں ہے۔

آپ سے آپ کے بیٹے علقمہ وعبدالجبار، آپ کے ایک مولی، آپ کی بیوی ام یحیٰ، کلیب بن شہاب جرمی اور حجر بن عنبس وغیرہ نے روایت کیا ہے، آپ کے دونوں بیٹوں میں علقمہ بڑے ہیں، صحیح اور متحقق یہ ہے کہ ان کو اپنے والد وائلؓ سے سماع حدیث حاصل ہے، لیکن عبدالجبار کو اپنے والد سے سماع حاصل نہیں ہے، وہ والد کی زندگی میں کم عمر تھے، ان کی والد سے روایت بالواسطہ ہوتی ہے۔

صحیفہ وائل بن حجر: معجم صغیر طبرانی (ص۲۴۲) کی ایک روایت

میں ہے کہ وائل بن حجر جب اپنے وطن واپس جانے لگے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحیفہ لکھوا کر ان کے حوالہ کیا جس میں صلوۃ، زکوۃ، شراب اور سود وغیرہ کے احکام ومسائل درج تھے۔ (خطبات مدارس ص۵۳)

وفات: حضرت وائلؓ بعد میں مع اہل وعیال حضرموت کے بجائے کوفہ میں سکونت پذیر ہوگئے تھے اور وہیں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں فوت ہوئے۔

ذیل میں آپ سے مروی احادیث میں سے تین حدیثیں ذکر کی جاتی ہیں:

حدیث رفع الیدین: وائل بن حجرؓ نے کہا: **لانظرن الی صلوۃ رسول الله صلی الله علیه وسلم کیف یصلی** ...میں البتہ ضرور دیکھوں گا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صلوۃ کو کہ اس کی کیفیت کیا ہے۔

چنانچہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صلوۃ کے لئے قیام فرمایا استقبال قبلہ کیا پس رفع یدین کیا، دونوں ہاتھوں کو دونوں کانوں تک اٹھایا، پھر بائیں ہاتھ کو دائیں ہاتھ سے پکڑا (اور سینہ پر رکھ لیا جیسا کہ آئندہ حدیث میں ہے) پس جب رکوع کا ارادہ کیا تو پہلے کی طرح رفع یدین کیا، پھر رکوع میں دونوں ہاتھوں کو دونوں گھٹنوں پر رکھا، اور جب رکوع سے سر اٹھایا تو پہلے کی طرح رفع یدین کیا، پس جب سجدہ کیا تو سر کو دونوں ہاتھوں کے درمیان اسی طرح رکھا کہ دونوں ہاتھ کانوں کے برابر میں تھے، پھر جب قعدہ کیا تو بائیں پیر کو بچھا کر اس پر بیٹھے، اور بائیں ہاتھ کو بائیں ران پر رکھا، اور اپنے داہنے ہاتھ کی کہنی کو داہنی ران سے جدا رکھا اور انگوٹھا اور درمیان والی انگلی ملا کر حلقہ بنایا، اور سبابہ (انگشت شہادت) سے اشارہ کیا۔

سنن نسائی (۷۲۶)، یہ حدیث باختصار یسیر مسند احمد، صحیح مسلم، صحیح ابن خزیمہ اور صحیح ابن حبان وغیرہ میں بھی مروی ہے۔ اور بلا شبہ صحیح حدیث ہے۔

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث تکبیر افتتاح کے وقت اور رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کی مشروعیت، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس پر مداومت ومواظبت اور اواخر عمر تک آپ کے رفع یدین کرتے رہنے کی صریح دلیلوں میں سے ایک قوی دلیل ہے، یہ حدیث مذکورہ مواضع ثلاثہ میں رفع یدین کے دوام اور اس کے محکم ہونے اور منسوخ نہ ہونے پر وضاحت وصراحت کے ساتھ دلالت کرتی ہے۔

کیونکہ وائل بن حجر رضی اللہ عنہ متاخر الاسلام صحابی ہیں، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اطہر میں پہلی بار ۹ھ غزوہ تبوک (رجب-رمضان ۹ھ) کے بعد گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اواخر عمر میں آپ کی وفات سے کوئی اٹھارہ ماہ پہلے آئے تھے، اور دوسری بار ۱۰ھ میں اس وقت آئے تھے جب شدید سردی کا موسم تھا، یعنی دسمبر یا جنوری کا مہینہ، اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ دوسری بار آنحضرت کی خدمت میں آپ کی وفات سے کوئی چھ ماہ پہلے آئے تھے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ماہ ربیع الاول ۱۱ھ مطابق ماہ مئی یا جون ۶۳۲ء میں ہوئی ہے۔

سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ نے اپنی دونوں بار کی زیارت نبوی کے موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صلوۃ اور اس کی کیفیت دیکھنے کا خاص اہتمام کیا ہے، وہ خود کہتے ہیں: **لانظرن الی صلوۃ رسول الله صلی الله علیه وسلم کیف یصلی**... اور ان کا مشاہدہ اور ان کا بیان یہ ہے کہ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تکبیر افتتاح کے وقت اور رکوع سے پہلے، اور رکوع کے بعد، رفع یدین کرتے دیکھا ہے۔ وائل بن حجرؓ خدمت نبوی میں ظاہر ہے کہ کئی روز رہے، اور انھوں نے ہر روز کی نمازوں کا اہتمام سے مشاہدہ کیا ہے، یہ کوئی ایک دو نماز کا معاملہ نہیں ہے۔

اس لئے کچھ لوگوں کا یہ دعوی کرنا کہ تکبیر افتتاح کے علاوہ قبل الرکوع وبعد الرکوع رفع یدین کرنا منسوخ ہے، اور ایسی کوئی حدیث پیش نہ کر پانا جس میں قبل الرکوع وبعد الرکوع رفع الیدین ترک کرنے، اور اس کے وائل بن حجرؓ کے مشاہدہ وبیان کے بعد کا واقعہ ہونے کی صراحت ہو، ظاہر ہے کہ دعوی بلا دلیل اور باطل ہے۔

حدیث وضع الیدین علی الصدر: حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے کہا: **لانظرن الی رسول الله صلی الله علیه کیف یصلی**... میں البتہ ضرور دیکھوں گا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صلوۃ کی کیفیت کیا ہے، چنانچہ میں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام فرمایا پس تکبیر کہی اور رفع یدین کیا دونوں ہاتھوں کو کانوں کے مقابل تک اٹھایا پھر آپ ﷺ نے دایاں ہاتھ بائیں ہتھیلی کی پشت کلائی اور بازو کے اوپر رکھا۔ (نسائی (۸۸۹، ابوداؤد (۷۲۷)، صحیح ابن حبان (۱۸۶۰) وغیرہ، بسند صحیح)

اس حدیث کے مطابق اگر دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کے اس پورے حصہ پر یعنی بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کی پشت اور کلائی اور بازو پر رکھیں گے تو دونوں ہاتھ خود بخود سینہ پر آجائیں گے، چنانچہ وائل بن حجرؓ ہی سے مروی دوسری حدیث میں ''ہاتھوں کو سینہ پر رکھنے'' کی صراحت موجود ہے، وائل بن حجرؓ بیان کرتے ہیں:

صلیت مع رسول الله صلی الله علیه وسلم، ووضع یده الیمنی علی یده الیسری علی صدره میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی، آپ ﷺ نے داہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھ کر سینہ پر رکھا، (صحیح ابن خزیمہ: ۴۸۹، سنن کبری بیہقی: ۲۲۲۱)

یہ حدیث بھی اپنے متابعات وشواہد کے تعاضد سے صحیح ہے۔

حدیث آمین بالجهر: وائل بن حجرؓ سے روایت ہے، آپ نے بیان کیا کہ میں نے سنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے **غیر المغضوب علیهم ولا الضالین** پڑھا، اور جہراً بلند آواز سے آمین کہا۔ (ابوداؤد ۹۲۲، ترمذی ۲۴۸، نسائی ۸۷۹، وغیرہ) حدیث صحیح ہے۔

☆☆☆

مرکزی جمعیت کی پریس ریلیز

معروف عالم دین استاذ الاساتذہ مولانا نیاز احمد فیضی صاحب کا سانحہ ارتحال

دہلی: ۶؍اکتوبر ۲۰۲۱ء

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی نے بہار کی معروف دینی و علمی اور سماجی شخصیت، عربی و فارسی کے عظیم اسکالر، ماہر معقولات ومنقولات، ممتاز اہل قلم، شاعر و ادیب، مدرسہ سلفیہ منظر العلوم پرسا، مغربی چمپارن بہار کے بانی و سابق صدر المدرسین، ضلعی جمعیت اہل حدیث مغربی چمپارن کے سابق امیر، متعدد دینی اداروں کے سرپرست و رکن رکین، معروف عالم دین مولانا محمد علی مدنی صاحب امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث بہار و نائب ناظم مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے سمدھی، مشہور عالم دین، استاذ الاساتذہ مولانا نیاز احمد فیضی صاحب کے سانحۂ ارتحال پر گہرے رنج و افسوس کا اظہار کیا ہے اور ان کی موت کو ملک وملت اور جماعت کا بڑا خسارہ قرار دیا ہے۔

امیر محترم نے کہا کہ استاذ گرامی مولانا نیاز احمد فیضی صاحب کو اللہ تعالیٰ نے بڑی خوبیوں سے نوازا تھا۔ آپ نہایت خلیق وملنسار، جماعتی و ملی غیرت سے سرشار، نہایت زیرک و ذہین اور باکمال عالم دین تھے اور بلاتفریق مذہب وملت ہر حلقے میں قدر کی نگاہوں سے دیکھے جاتے تھے۔ آپ کی شخصیت علماء وعوام کے لئے مرجع تھی، آپ دین کے بے باک اور بلند ہمت سپاہی تھے۔ آپ نے ملت وجماعت کی بڑی خدمات انجام دیں۔ مسلسل ۳۵ سالوں تک درس وتدریس سے وابستہ رہے اور علماء کی بڑی کھیپ تیار کرگئے جوان کے لیے صدقہ جاریہ ہیں۔ ان شاءاللہ۔

پریس ریلیز کے مطابق مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند نے مولانا کی گراں قدر علمی و دعوتی اور تعلیمی وتربیتی خدمات کے اعتراف میں اپنی تیسویں آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس منعقدہ ۱۰-۱۱؍اپریل ۲۰۱۰ء کے موقع پر ان کو ایوارڈ سے نوازا تھا۔ مولانا سرطان کے مہلک مرض میں مبتلا تھے۔ تقریباً پانچ سال قبل دہلی میں ان کا آپریشن ہوا تھا اور صحت یابی ہوگئی تھی۔ حالیہ دنوں کافی علیل تھے۔ افسوس کہ آج بتاریخ 6/ اکتوبر بوقت 3:30/ بجے شب بعمر تقریباً 70/ سال آبائی وطن اور خطے میں آزادی ہند کے مرکز معروف تاریخی ومردم خیز بستی جھمکا، بہرا، مغربی چمپارن، بہار میں داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ ان کی تدفین آج ہی بعد نماز عصر عمل میں آئی۔ جس میں بڑی تعداد میں علماء وعوام کے علاوہ علاقہ کی مقتدر علمی دعوتی، سماجی اور جماعتی شخصیات نے شرکت کی۔ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر محترم مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی صاحب سفر میں تھے اور مولانا کی وفات حسرت آیات کی خبر سن کر وہیں سے جنازے میں شرکت کے لیے روانہ ہوگئے، لیکن سعی بسیار کے باوجود بروقت پہنچ نہ سکے۔

مولانا کے پسماندگان میں اہلیہ محترمہ، پانچ لائق صاحب زادے حافظ ذکاء اللہ، مولانا عطاء اللہ سلفی، انجینیر ثناء اللہ، انجینیر ضیاء اللہ، علاء اللہ سلمہم اللہ، تین صاحب زادیاں اور متعدد پوتے پوتیاں اور نواسے نواسیاں ہیں۔

لکھیم پور کھیری میں کسانوں پر حملہ افسوسناک: مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی

دہلی: ۶؍اکتوبر ۲۰۲۱ء

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی نے لکھیم پور کھیری میں زرعی قوانین کے خلاف احتجاج کررہے کسانوں پر ہوئے حملے کو افسوسناک قرار دیا ہے، مہلوکین کے ورثاء سے اظہار تعزیت اور زخمیوں سے اظہار ہمدردی ویکجہتی کی ہے اور حکومتوں سے مطالبہ کیا ہے کہ اس سانحہ کی اعلیٰ سطحی جانچ کر کے اصل قصورواروں کو قرار واقعی سزا دیں۔ انہوں نے کہا کہ وطن عزیز بھارت جس میں ظلم وناانصافی کے خلاف پرامن مطالبہ کو آئینی حیثیت حاصل ہے اس میں پُرامن مظاہرین کے خلاف اس طرح کی جارحانہ کارروائی جمہوری اقدار وروایت کے منافی ہے۔ امیر محترم نے اپنے بیان میں عوام وخواص سے اپیل کی ہے کہ وہ صبر وتحمل سے کام لیں، مشتعل نہ ہوں اور امن وقانون کے دائرے میں رہ کر اپنے مطالبات رکھیں۔

ربیع الاول ۱۴۴۳ھ کا چاند دیکھا گیا

دہلی: ۷؍اکتوبر ۲۰۲۱ء

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی مرکزی اہل حدیث رؤیت ہلال کمیٹی دہلی سے جاری اخباری بیان کے مطابق آج مورخہ ۲۹؍صفر ۱۴۴۳ھ مطابق ۷؍اکتوبر ۲۰۲۱ء بروز جمعرات بعد نماز مغرب بمقام اہل حدیث منزل، واقع اردو بازار، جامع مسجد دہلی مرکزی اہل حدیث رؤیت ہلال کمیٹی دہلی کی ایک اہم میٹنگ منعقد ہوئی اور رؤیت ہلال ماہ ربیع الاول کے سلسلے میں حسب سابق ملک کے اکثر صوبوں کے ذمہ داروں اور ملی تنظیموں سے بذریعہ فون رابطے کیے گئے جس سے بعض صوبوں سے رؤیت عامہ کی مصدقہ ومستند خبر موصول ہوئی۔ بنابریں مرکزی اہلحدیث رؤیت ہلال کمیٹی دہلی نے یہ فیصلہ کیا کہ کل مورخہ ۸؍اکتوبر ۲۰۲۱ء، بروز جمعہ ربیع الاول ۱۴۴۳ھ کی پہلی تاریخ ہوگی۔ ان شاءاللہ

معروف عالم دین ومحقق پروفیسر ڈاکٹر عبدالعلی حامد الازہری صاحب (لندن) کا سانحۂ ارتحال

نئی دہلی: ۱۱/اکتوبر ۲۰۲۱ء

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر مولانا اصغرعلی امام مہدی سلفی نے معروف دینی وعلمی شخصیت، عظیم اسکالر ومحقق، ممتاز اہل قلم، دی مسلم کالج لندن کے پروفیسر، مرکزی جمعیت اہل حدیث برطانیہ کے انگریزی مجلّہ دی اسٹریٹ پاتھ کے سابق ایڈیٹر، مشہور عالم دین مولانا حافظ ڈاکٹر عبدالعلی حامد الازہری الاعظمی صاحب کے انتقال پر گہرے رنج وافسوس کا اظہار کیا ہے اوران کے انتقال کو دینی وعلمی دنیا کا بڑا خسارہ قرار دیا ہے۔

امیر محترم نے کہا کہ ڈاکٹر عبدالعلی ازہری صاحب کا تعلق مئو یوپی کی مردم خیز سرزمین کے معروف ومشہور اور مقتدر دینی وعلمی خانوادے سے تھا۔ ابتدائی درجات کی تعلیم مدرسہ عالیہ عربیہ مئو اور جامعہ رحمانیہ بنارس میں ہوئی۔ ۱۹۶۰ء میں ہندوستان کی معروف دانش گاہ جامعہ اسلامیہ فیض عام، مئو میں داخلہ لیا اور ۱۹۶۲ء میں سند تکمیل حاصل کی۔ ۱۹۶۷ء میں جامعہ ازہر مصر سے اسلامک اسٹڈیز میں اور ۱۹۷۰ء قاہرہ یونیورسٹی سے عربی ادب میں ڈبل ایم اے کیا اور نائیجیریا کی احمدو بیلو یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ انہوں نے زندگی بھر درس وتدریس اور علم وتحقیق کا علم بلند کیے رکھا اور ملک وبیرون ملک علم وعرفان کی شمع فروزاں کیے رہے۔ جامعہ ازہر تشریف لے جانے سے قبل کچھ دنوں تک مادر علمی جامعہ اسلامیہ فیض عام میں استاذ رہے اور جامعہ ازہر سے فراغت کے بعد قاہرہ ریڈیو اسٹیشن اور بعدازاں جرمنی ریڈیو اسٹیشن سے بحیثیت اناؤنسر وابستگی رہی۔ عبداللّٰہی بایورو یونیورسٹی (کانو) نائیجیریا میں بھی آپ نے تدریسی فرائض انجام دیے۔ پھر لندن میں دی مسلم کالج کے پروفیسر ہوگئے۔ ڈاکٹر صاحب جہاں بھی رہے اپنی بلا کی ذہانت اور محنت ولگن کی وجہ سے ممتاز رہے۔ انہوں نے ایک ماہ میں قرآن کریم حفظ کیا اور اسے تراویح میں سنایا۔ آپ نے تدریس وصحافت کے علاوہ متعدد کتابوں کی تحقیق فرمائی جن میں تحقیق دراسہ تفسیر ضیاء التاویل فی معانی التنزیل (رسالۂ پی ایچ ڈی)، تحقیق شعب الایمان للبیہقی، تحقیق کتاب الامثال للاصفہانی، تحقیق کتاب امثال الحدیث للرامہرمزی، تحقیق کتاب الزہد لابن ابی عاصم، تحقیق تفسیر سورہ الاخلاص وتحقیق تفسیر سورۃ النور لابن تیمیہ وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

امیر محترم نے کہا کہ برطانیہ کے اسفار میں انہوں نے بڑے اہتمام سے لندن کے متعدد مقامات کی سیر کرائی اور اپنے درِدولت پر لے گئے اور احباب سے تبادلہ خیال کے مواقع مہیا فرماتے تھے۔ انہوں نے ایک سفر میں لیبیا کے معروف اسکالر، علم دوست شخصیت اور دی مسلم کالج لندن کے ڈائریکٹر جناب ڈاکٹر ذکی بدوی مصری سے ملاقات کرائی اور اس طرح ان کے افکار وخیالات سے بھی متعارف ہونے کا موقع میسر ہوا۔ افسوس کہ ڈاکٹر صاحب بتاریخ 10/اکتوبر 2021ء کو برطانیہ کے وقت کے مطابق ساڑھے بارہ بجے دوپہر سلاؤ (انگلینڈ) کے اسپتال میں بعمر تقریباً 78 سال داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ڈاکٹر صاحب کا سانحہ ارتحال دینی وعلمی دنیا کا ایک عظیم خسارہ ہے۔

اللہ تعالیٰ ان کی بال بال مغفرت فرمائے، بشری لغزشوں سے درگذر فرمائے، دینی وعلمی خدمات کو شرف قبولیت بخشے، جنت الفردوس کا مکین بنائے اور آپ کی اہلیہ محترمہ، صاحبزادگان، صاحب زادی وجملہ پسماندگان ومتعلقین کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے آمین

☆☆☆

جھارکھنڈ کے ایک اہم عالم دین مولانا زکریا فیضی کا انتقال پُرملال

جھارکھنڈ کے ایک اہم عالم دین مولانا زکریا فیضی کا ۳۰/اگست ۲۰۲۱ کو بروز سوموار جھارکھنڈ کی راجدھانی رانچی میں برین ہیمرج کی وجہ سے انتقال ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مولانا علاقہ کے ایک فعال، مشہور مبلغ، داعی اور گوناگوں خوبیوں کے مالک تھے۔ ان کے انتقال سے جماعت وملت کا بڑا خسارہ ہوا ہے۔ یوں تو مولانا سے جھارکھنڈ کے اکثر اسفار میں ملاقات ہوتی رہتی تھی اور وہ خود ملاقات کے لئے تشریف لاتے تھے لیکن مرحوم کی بیماری کے آخری ایام میں مولانا عبدالستار سلفی، بھائی عبدالغفار صاحب، اور مولانا قطب الدین فیضی کی تسہیل وترتیب سے مولانا کی زیارت وعیادت کے لئے میں خود حاضر ہوتا رہا۔ منکرین حدیث کے خلاف مولانا زکریا فیضیؒ کی کوششیں قابل قدر اور ناقابل فراموش ہیں۔ مجھے بھی کئی بار جامعہ سلفیہ میں درس وتدریس کے زمانہ میں منکرین حدیث سے روبرو اور دوبدو ہونے کا موقع ملتا رہا۔

جامع مسجد عیدگاہ پتھرچپٹی کو منکرین حدیث کے قبضہ سے نکالنے اور محفوظ کرانے میں مجھے بڑی جدوجہد کرنی پڑی اور جامعہ سلفیہ ومرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی نمائندگی کرتے ہوئے اس مسجد کو منکرین کے قبضہ سے نکالنے میں مجھ کو بڑی سعادت وتوفیق نصیب ہوئی۔ جس کی داستان طویل بھی ہے اور تلخ بھی لیکن دلچسپی سے خالی نہیں۔ یہ کام جہاں جرأت مندی اور بلند حوصلگی کا متقاضی تھا اس سے کہیں زیادہ حکمت عملی، حسن تدبیر، نظم وانصرام کی پختگی اور عمدگی کی بھی کارفرمائی تھی۔ اس سلسلے میں مولانا طیب مدنی وغیرہ کا بھی تعاون شامل حال رہا۔ اللہ تعالیٰ ان سب کوششوں کو قبول اور مرحوم کی مغفرت فرمائے، ان کی لغزشوں کو معاف فرما کر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام اور اہل خانہ ومتعلقین کو صبر جمیل کی توفیق ارزانی عطا فرمائے اور جماعت کو ان کا نعم البدل عطا کرے۔ قارئین کرام سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔ (دعا گو وغمزدہ: مولانا اصغرعلی امام مہدی سلفی، امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند)

جامعہ حسنہ للبنات، تلکوباڑی، ارریہ بہار میں تعلیمی وتربیتی کنونشن کا انعقاد: تسلیم حفاظ عالی/ مدرس جامعہ حسنہ للبنات حسنہ ایجوکیشنل ٹرسٹ، ارریہ بہار کے زیراہتمام 9/ستمبر 2021م بمطابق 2صفر 1443ھ بروز جمعرات جامعہ حسنہ للبنات تلکوباڑی، ارریہ، بہار کے احاطے میں امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند فضیلۃ الشیخ علامہ اصغرعلی امام مہدی سلفی حفظہ اللہ کی زیرصدارت بڑے ہی تزک واحتشام کے ساتھ ایک تعلیمی وتربیتی کنونشن منعقد ہوا، جس میں خصوصی طور پر شیخ انعام الحق مدنی ناظم اعلی صوبائی جمعیت اہل حدیث بہار، ڈاکٹر رحمت اللہ سلفی ناظم ضلعی جمعیت اہل حدیث کٹیہار بہار، ڈاکٹر ابراہیم مدنی ناظم ضلعی جمعیت اہل حدیث پورنیہ بہار، شیخ محمد رضوان عبدالحکیم سلفی نائب امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث بہار، شیخ فیروز عالم ندوی مدیر جامعہ اسلامیہ شنکر پور سپول بہار، شیخ سراج الحق مدنی رئیس مرکز طابہ التعلیمی جلال گڑھ بہار، شیخ ابراہیم سجاد تیمی نائب ناظم ضلعی جمعیت اہل حدیث پورنیہ بہار اور شیخ مشتاق احمد ندوی نائب ناظم ضلعی جمعیت اہل حدیث کٹیہار بہار، شیخ احمد القاسمی امیر ضلعی جمعیت اہل حدیث کٹیہار بہار اور شیخ مصباح الدین بخاری کشن گنج بہار، اور شیخ ضیاء الحق بخاری والریاضی کے علاوہ دیگر اساطین علم وفن، جماعات وجمعیات کے ذمہ داران اور معروف علمی شخصیات ودانشوران شریک ہوئے۔

اس پروگرام کی امتیازی خصوصیت یہ رہی کہ اس کے موضوعات نہایت ہی حساس اور موجودہ حالات وظروف کے عین مطابق تھے۔ جیسے: مکتب کی تعلیم: مسائل اور حل، عصری مدارس میں دین کی بنیادی تعلیم: مشکلات اور حل، دختران ملت کی تعلیم وتربیت: مسائل اور حل، دینی مدارس سے بھاگتے بچے: اسباب اور حل، مدارس عربیہ کے فارغین: مسائل اور حل، جدید نیٹ بینکنگ: حلت اور حرمت کے آئینے میں، مسلم معاشرے میں طلاق کی بڑھتی رسم کا انسداد کیسے ہو؟ وغیرہ۔

خطبائے کرام اور مقالہ نگاران نے مختصر وقت میں اپنے اپنے موضوع کی بھرپور اور مدلل وضاحت کی اور سامعین کو مستفید فرمایا۔ نظامت کے فرائض شیخ ابراہیم سجاد تیمی نے سرانجام دیے۔ استقبالیہ کلمات اس پروگرام کے کنوینر اور روح رواں شیخ ابوحارث مفیض الدین الریاضی نے پیش کیے۔ بیچ بیچ میں جامعہ کی بچیوں نے عربی، انگلش اور اردو تینوں زبانوں میں تقریریں پیش کیں۔ خطبائے عظام کے علاوہ دیگر مدعو علمائے دین اور مہمانان خصوصی نے بھی اپنے قیمتی تاثرات سے سامعین کو محظوظ کیا اور شیخ مفیض الدین الریاضی کی کاوشوں کو سراہتے ہوئے اپنی نیک خواہشات کا اظہار فرمایا۔

اخیر میں پروگرام کے ذی وقار صدر محترم فضیلۃ الشیخ علامہ اصغرعلی امام مہدی سلفی حفظہ اللہ امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کا پرمغز صدارتی خطاب ہوا۔ آپ نے اپنے خطاب میں اعتراف جمیل اور اعتراف جرم پر سامعین کو ابھارتے ہوئے بتایا کہ یہ ترقی یافتہ لوگوں اور فلاح یاب جماعتوں کا ہمیشہ سے شیوہ رہا ہے، بامقصد لوگ دوسروں کی خوبیوں کے اقرار اور اپنی فروگزاشتوں کے اعتراف میں کبھی پیچھے نہیں رہتے ہیں۔ سلفیت کے معنی ومفہوم کو واضح کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ سلفیت افراط وتفریط سے اجتناب کرنے اور میانہ روی اختیار کرنے کا درس دیتی ہے، اس لیے حقیقی سلفی حضرات ہمیشہ سے اعتدال پسند رہے ہیں۔ اتحاد واتفاق کی تلقین اور آپسی انتشار وخلفشار کو ختم کرنے کی تاکید کرتے ہوئے آپ نے کہا کہ کتاب وسنت کے اندر بہتیرے مقامات پر آپسی اتحاد ویگانگت پر زور دیا گیا ہے اور اختلاف وافتراق، بغض وحسد، کینہ وکپٹ اور منافقت ومنافرت سے بچنے کا سختی کے ساتھ حکم دیا گیا ہے، لیکن افسوس کا مقام ہے کہ آج مسلمانوں نے اسلام کی ان سنہری تعلیمات کو پس پشت ڈال کر اپنے آپ کو تشتت وتفرق کے قعر مذلت میں ڈال دیا ہے۔ آپ نے دوران خطاب دردمندانہ اور عاجزانہ اسلوب میں سب کو آپسی اتحاد واتفاق قائم کرنے اور بدگمانیوں سے بچنے کی نصیحت کی، علمائے کرام کے احترام کی تاکید فرمائی، حصول علم پر سامعین کو ابھارا اور گاؤں محلے میں صباحی ومسائی مکاتب کے قیام پر زور دیتے ہوئے دعائیہ کلمات کے ساتھ اپنی باتیں ختم کیں۔ اللہ تعالی انھیں صحت وعافیت کے ساتھ رکھے اور قوم وملت کی مزید خدمت کی توفیق دے۔ آمین

جماعتی خبریں

صدارتی خطاب کے بعد سیمانچل کے وہ علمائے کرام جو مسلسل لمبے لاک ڈاؤن کی وجہ سے بے روزگار اور معاشی طور پر بدحال تھے، ان میں سے تقریباً 83 افراد کو فضیلۃ الشیخ علامہ اصغرعلی امام مہدی سلفی حفظہ اللہ کے بدست کچھ امدادی رقم بطور ہدیہ دی گئی۔ پھر اس کے بعد پروگرام کے کنوینر شیخ مفیض الدین الریاضی نے تمام علما، مہمانان اور سامعین کے شکریے کے ساتھ پروگرام کے اختتام کا اعلان کیا۔

ضرورت ہے: (۱) دارالعلوم اہل حدیث جودھپور کے لئے ایک ایسے عالم دین کی ضرورت ہے جو تدریس کے ساتھ طلباء کی تربیت، ہوسٹل میں مقیم طلباء کی نگرانی اور دیگر انتظامی امور کے لئے بطور نائب مہتمم اور وارڈن کے فرائض انجام دے سکے۔

علمی لیاقت، فضیلت: بطور استاذ ۷ سے ۱۰ سال کا تجربہ اور کسی درمیانے درجے کے مدرسہ میں ۵ سالہ انتظامی امور کا تجربہ اور ہوسٹل کے طلباء اور دارالعلوم کے جملہ امور کی نگرانی۔ مشاہرہ حسب لیاقت دیا جائے گا۔

(۲) ضرورت ہے ایک ملازم کی جو دارالعلوم اہل حدیث جودھپور میں مسجد اور عمارات کی صفائی اور چوکیداری کی ڈیوٹی کر سکے۔ عمر ۳۰ اور ۴۰ سال کے درمیان صحت مند، تنخواہ کام کے مطابق دی جائے گی۔ (رابطہ نمبر: ڈاکٹر رفیق علی 7062065550 دارالعلوم اہل حدیث جودھپور)

☆☆

اہل حدیث منزل کی تعمیر وتکمیل کے لیے

محترم و غیور ائمہ، خطباء، متولیان مساجد اور ذمہ داران جمعیات سے پُر زور اپیل اور التماس

اہل حدیث منزل میں چوتھی منزل کی چھت کی ڈھلائی کا کام ہوا چاہتا ہے اور دیگر تینوں منزلوں کی صفائی کی تکمیل کے لیے آپ سے گزارش ہے کہ آنے والے جمعہ میں باضابطہ طور پر اپنی مسجدوں میں اس کے تعاون کے لیے پرزور اعلان فرمائیں اور مندرجہ ذیل کھاتے میں رقم ارسال فرماکر جنت میں اعلیٰ مقام بنائیں اور اس صدقہ جاریہ میں شریک ہوں۔

تعاون کے طریقے: (۱) سیمنٹ، سریا، روڑی، بدرپور، ریت (۲) نقد رقم (۳) کاریگروں اور مزدوروں کی اجرت کی ادائیگی (۴) کھڑکی، دروازہ، پینٹ، رنگ وروغن کا سامان یا قیمت مہیا کراکے تعاون فرمائیں اور مال واولاد اور اعمال صالحہ میں برکت پائیں۔

Markazi Jamiat Ahle Hadees Hind
A/c: 629201058685
ICICI Bank (Chandni Chowk Branch)
RTGS/NEFT IFSC Code-ICIC0006292

خوشخبری خوشخبری

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کا

کلینڈر 2022

جاذبِ نظر، خوشنما، ہر صفحہ اسلامی تعلیمات سے مزین، قابل دید

قرآنی آیات سے آراستہ اوراہم معلومات سے پُر کلینڈر

چھپ کر بہت جلد منظر عام پر آرہا ہے۔

اپنا آرڈر بک کرائیں۔

مکتبہ ترجمان

Ahle Hadees Manzil 4116, Urdu Bazar
Jama Masjid, Delhi-110006

Markazi Jamiat Ahle Hadees Hind

A/c: 629201058685

ICICI Bank (Chandni Chowk Branch)
RTGS/NEFT IFSC Code-ICIC0006292
Ph:011-23273407,Fax:011-23246613